تمہید

اس ملک میں جو ہندوستان کے نام سے موسوم ہے یوں تو بیشمار قومیں آباد ہیں لیکن ملک
اصلی رونق اور آبادی صرف ہندو مسلمان دو قوموں سے ہے۔ ہندو مسلمانوں کے سوا اور جسقدر
یں آباد ہیں ہم نے اُنکو اسواسطے شمار سے خارج رکھا ہو کہ اگر اُن میں سے کوئی قوم ہندوستان سے
ںجلا وطن ہوکر کسی دوسرے ملک میں جا بسے تو اُسکے چلے جانے سے ملک کی آبادی میں کچھ
ں نہیں آسکتا۔ البتہ ان دونوں میں سے اگر کوئی قوم ملک سے قطع تعلق کرکے کسی دوسری
زمین کو اپنا وطن بنالے تو صدہا شہر اور قصبات اور گانوں ویران نظر آنے لگیں۔ اور ملک کی
ی رونق اور شادابی بالکل جاتی رہے۔

یہ ملک ہندو مسلمان دونوں کا اصلی وطن ہو اور دونوں قومیں اس ملک پر اپنے وطن ہونیکا
ی رکھتی ہیں۔ صدہا برس کا زمانہ گذر گیا کہ ہندو مسلمانوں نے اپنے اُن قدیمی وطنوں کو فراموش
جہاں سے ابتداءً وہ دور دراز ملک طے کرکے اس سرزمین میں آکر آباد ہوئے تھے۔ اور اب
ی اولاد اسی ملک کو نسلاً بعد نسلٍ اپنا وطنِ اصلی سمجھنے لگی۔

یک مدتِ دراز کے بعد انگریزی تاریخ نے ہندوؤں کو اسباب کا پتہ بتلایا کہ اُنکا اصلی نکاس
سے تھا اور وہ کسطرح اور کیونکر ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔

ہندوؤں کی آبادی اس ملک میں اسقدر پرانی ہو کہ خود ہندو لوگ اپنے اصلی مرکز کو جہاں سے
اُنکا نشو و نما شروع ہوا تھا بھول گئے تھے اور جب انگریزی مؤرخوں نے اُنکو پرانی کہانی یاد دلائی
تو اُنھوں نے فوراً اپنے آپ کو آریہ کے لقب سے پکارنا شروع کردیا اور دفعتہً اُنکی آنکھوں کے

سامنے وہ زمانہ آگیا جسکو گئے ہوئے ہزاروں برس ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کی آبادی ہندوستان میں ہندوؤں سے پیچھے ہوئی ہو اُن کو اپنے آنے کا زمانہ گذری ہوئی خواب کی طرح کچھ یاد ہی۔ اور کوئی کوئی سُنی سُنائی پُرانی داستان اب بھی کسی کی زبان پر آجاتی ہی۔

مسلمانوں کی آبادی کا سلسلہ بہ نسبت ہندوؤں کے مختلف ہے مسلمانوں کی آبادی اس ملک میں رفتہ رفتہ اور بتدریج ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سلسلہ آجتک بھی قطع نہیں ہوا۔ اب بھی مسلمان غیر ملکوں سے یہاں آکر بود و باش اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اُن کے مرجانے کے بعد اُن کی اولاد اسی ملک کی ہو رہتی ہے۔ اسطرح سے مسلمانوں کی آبادی کا ایک غیر متناہی سلسلہ اس ملک میں شروع سے آج تک جاری ہے۔

غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں جو لوگ ابتدا میں یہاں پر آئے اُنھوں نے اس ملک میں پھونچنے کے بعد اپنا طریقہ اور طرزِ معاشرت اور مذہب جاری کرکے حکومت قائم کرلی۔ اور جو لوگ اسوقت میں یہاں پر موجود تھے اُنپر ایسا غلبہ حاصل کرلیا کہ سب اُن کے ماتحت ہو کر اُنھیں کے پیرو ہو گئے۔ اسطرح سے ایک بڑا گروہ ہندوؤں کا اس ملک میں قائم ہو گیا۔ اور جس مذہب کو آج ہندوستان کے ہندوؤں میں دیکھا جاتا ہے اگرچہ اُسکی بہت سی شاخیں مختلف اشکال و صورت میں نظر آتی ہیں وہ مذہب گویا ہمیشہ کے لیئے ہندوستان کے ہندوؤں میں قائم ہو گیا۔

جس اصول پر اسوقت ہندو دھرم کے انسان اس ملک میں چل رہے ہیں و[...] مذہب مدتوں سے دنیا کے کسی اور حصے میں بجز ہندوستان یا اُسکی سرحدوں کے کہیں نہیں پا[یا] جاتا۔ اس سبب سے صرف ہندوستان کی سرزمین ہندوؤں کے لیئے ایک دنیا ہو گئی باقی تمام دنیا میں کسی جگہ اون کی آبادی نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کی طرح نئے ہندوؤں کی آبادی ہندوستان سے [...]ے معدوم ہو گئی۔ برخلاف مسلمانوں کے کہ اون کی آبادی علاوہ ہندوستان کی دنیا کے ہر ایک حصے میں م[و]جود ہے۔ اس سبب سے آجتک بھی اُن کی آبادی کا سلسلہ ہندوستان سے قطع نہیں ہوا۔

میں نے اپنے بیان میں بدھ مذہب کو جسکی پیروی چین وغیرہ میں ہوتی ہی ہندو مذہب سے خارج رکھا ہی اس سبب سے کہ بدھ مذہب اور ہندوستان کے ہندوؤں کے مذہب میں ایسا اختلاف ہے

کہ اُن دونوں کو کسیطرح سے ایک مذہب نہیں شمار کیا جا سکتا۔

"مسلمانوں نے جو مدّتِ دراز سے ہندوستان کو اپنا وطن اصلی قرار دیا ہے اوسمیں ایک اور بھی خصوصیت ہے۔ جسقدر مسلمان اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں اُن میں تمامتر وہی لوگ نہیں ہیں جن کے آباؤاجداد غیر ملکوں سے آکر یہاں پر رہ پڑے بلکہ اُن میں کثرت سے وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پہلے ہندو تھے اور بعد کو اُنھوں نے مذہبِ اسلام اختیار کرلیا۔ علاوہ اِسکے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کے باپ مسلمان تھے اور اُن کی مائیں ہندو تھیں اور مسلمان مردوں نے ہندو عورت سے شادی کی مسلمان اولاد پیدا کردی۔

پس مسلمانوں کی وہ قوم جو ہندوستان میں آباد ہے اُن کا خمیر ایسے دو اجزا سے مرکّب ہے جسکا ایک جزو ہندو اور دوسرا جزو اسلام ہے اور اُسی خمیر سے اس قوم نے ترکیب پاکر ہندوستان کی سرزمین میں جنم لیا ہے۔"

مذکورۂ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو اور مسلمان جنکو یہ دعویٰ ہے کہ ہندوستان اُن کا وطن ہے اور اُن کی موت حیات اسی ملک سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں اسی ملک کے دو بیٹے ہیں فرق صرف اسیقدر ہے کہ ایک بیٹا عمر میں زیادہ اور دوسرا بیٹا عمر میں کم ہے۔

ہندوستان پر ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے جسمیں ایسا سامان موجود ہو گیا تھا کہ ہندو اور مسلمانوں میں جو قومی اختلاف ہے وہ بالکل ہٹ جاوے اور دونوں مذہب کے آدمی ہندوستان میں ایک قوم بنجاویں۔ شاہ اکبر نے اپنے عہدِ سلطنت میں اس اصول کی بنیاد ڈالی تھی اوسنے محض زبانی باتوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی طریقے سے اُسنے یہ چاہا تھا کہ ہندو مسلمان دونوں کو مخلوط کرکے ایک قوم بنادے۔ اُس زمانے کے ہندوؤں کو مسلمانوں کی طرف اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرف اسقدر میلان شروع ہو گیا تھا کہ پنڈتوں اور عالموں نے دونوں قوموں میں اختلاط پیدا کرنے کے لیئے اس قسم کی روایتیں بیان کرنا شروع کردی تھیں جن سے دونوں میں میل جول پیدا ہو اکبر نے اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیئے خود پیشقدمی کرکے ہندوؤں سے بیاہ شادی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور جودھپور کے راجہ کی بیٹی سے اپنی شادی کی۔ دونوں فرقوں پر یکساں اعتبار کرکے دونوں کو بلا امتیاز بڑے معزز اور قابلِ اعتماد عہدے عنایت کیئے۔

اُس زمانے کے ایک ایرانی شاعر نے عجیب پیرائے میں جسکا رنگ ڈھنگ بالکل شاعرانہ ہے دو شعر لکھے ہیں اگرچہ اُسنے مضمون کو کھینچ تان کر شاعری سانچے میں ڈھالا ہے لیکن اُس مطلب کا پتہ بخوبی ملتا ہے جسکو ہم بیان کر رہے ہیں - یہ دونوں شعر اُسوقت لکھے تھے جبکہ شاہ اکبر نے ایک راجہ کو خود ہندوؤں کی سرکوبی کے واسطے سرحد کشمیر کو بھیجا تھا - چنانچہ وہ دونوں شعر یہ ہیں - ؎

شہا فرماں فرستادی تو راجہ + کہ سازد ہندوان کوہ آرام + چناں رونق گرفت از حکم تو دیں + کہ ہندو می‌زند شمشیر اسلام

اگر اکبر کے بعد دو چار بادشاہ اُسی طبیعت کے پیدا ہوتے اور وہی اصول اختیار کرتے جسکی بناء اکبر نے ڈالی تھی اور ہندو مسلمانوں میں بیاہ شادی شروع ہو جاتا - تو معلوم نہیں کہ ایک زمانے کے بعد یہاں کے ہندو مسلمانوں کی کیا صورت ہو جاتی - غالباً دونوں فرقے مل ملا کر ایک قوم بنجاتے جس طرح کہ انگلستان میں فاتح اور مفتوح لوگ مل ملا کر ایک قوم بنگئے ہیں -

لفظ ہندو کا مفہوم ایک ایسے آدمی کی طرف اشارہ کرتا ہے جسکی بود و باش ہندوستان کی ہو اور جسکا مذہب اور طریقہ وہی ہو جو یہاں کے اُن قدیم باشندوں کا تھا جنھوں نے اس ملک میں آباد ہو کر مذہبی اور ملکی حکومت قائم کی - اس لفظ کے مقابلے میں دوسرا لفظ ہندی ہو - جب کوئی ہندوستان کا مسلمان عرب - فارس - ٹرکی - افغانستان - یا کسی اور ملک میں جاتا ہے - تو وہاں کے لوگ ہندوستان کے مسلمان کو ہندی بولتے ہیں یعنی ہندوستان کا یا سکونت کے لحاظ سے منسوب بہ ہندوستان - یہ دونوں لفظ یعنی ہندو اور ہندی تلفظ میں بھی قریب قریب اور مطلب میں بھی قریب قریب یکساں ہیں - پہلا لفظ اُس شخص کی طرف اشارہ کرتا ہو جسنے قدیم زمانے سے ہندوستان کو اپنا وطن قرار دیا ہے اور پچھلا لفظ اُس شخص کیطرف اشارہ کرتا ہو جسنے اُس کے بعد ہندوستان کی سکونت اختیار کی ہو - اور چونکہ دونوں شخصوں میں ایک قسم کا امتیاز موجود ہو اس لیئے ہر ایک کیواسطے دو جداگانہ لفظوں سے تعبیر کیجاتی ہو مگر حقیقت میں اصل مادّہ دونوں لفظوں کا ایک ہو - الغرض ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ہندوستان کی سرزمین میں یکساں حقوق حاصل ہیں اور دونوں فرقے اسبات کے یکساں مدعی ہو سکتے ہیں کہ جو فوائد اس ملک سے حاصل ہونا ممکن ہیں اُن سے دونوں فریق برابر فائدہ اُٹھائیں - اگر ایک فرقہ یہ بات چاہے کہ اِس ملک سے زیادہ نفع حاصل کرے اور دوسرے کو کم فائدہ اُٹھانے دے - یا خود پورا نفع حاصل کر کے دوسرے کو قطعی محروم کر دے

تو اس ترجیح کیواسطے کوئی معقول وجہ نہیں ہے - اسباب کا اندازہ مطلق نہیں ہو سکتا کہ وہ کیا کیا فائدے ہیں جنکو یہاں کے ہندو مسلمان حاصل کر سکتے ہیں - اُن فائدوں کا انحصار ناممکن ہے - اور اُنپر ہر وقت اور ہر زمانے کے لحاظ سے خیال ہو سکتا ہے -

بالفعل ہندوستان کی حکومت حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند کے قبضۂ اختیار میں ہے - اور ہندو مسلمان دونوں اُسکی رعایا ہیں - رعایا ہونے کی حیثیت سے دونوں فرقے عادل بادشاہ کی نگاہ میں یکساں ہیں - ایک کو دوسرے پر کسی لحاظ سے ترجیح نہیں ہے - پس اس ملک میں رہکر جسطرح ایک فرقہ اپنے بادشاہ سے اپنے آرام و آسایش اور انصاف اور فائدوں کی امید رکھ سکتا ہے اسیطرح دوسرا فرقہ بھی امید رکھ سکتا ہے - جسطرح ایک فرقے کو بادشاہ کی نافرمانی سے اپنی جان - مال عزت کا خطرہ ہے اسیطرح دوسرے فرقے کو بھی خطرہ ہے - غرضکہ دونوں کی حالت بادشاہ وقت کے سامنے ایک سی ہے ایکدوسرے کی حالت میں ذرا بھی فرق نہیں ہے -

اس ملک سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانے کے لیئے ہندو مسلمان کسی فرقے کو بلا توسط بادشاہ وقت کے خود اختیاری حاصل نہیں ہے بلکہ اپنے نفع کے واسطے بادشاہ وقت کے سامنے ادب سے التماس کرنا اور اُس سے اپنی تمنا پوری ہونے کی امید رکھنا لازمی ہے - جب کوئی فرقہ اپنے نفع کیواسطے بادشاہ وقت کے سامنے ہاتھ پھیلائیگا تو سب سے اول بادشاہ وقت کو یہ بات ملحوظ ہوگی کہ اصول سلطنت اور قانون انتظام مملکت کے لحاظ سے ایسی درخواست کا منظور کرنا مناسب ہوگا یا نہیں - اُسکے بعد بادشاہ وقت کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ اُس درخواست کے منظور ہونے سے دوسرے فریق پر کیا اثر پڑیگا اور دونوں فرقوں کے حقوق کے لحاظ سے وہ درخواست قابل منظوری ہے یا نہیں -

بالفعل ایک مسئلہ گورنمنٹ یعنی بادشاہ وقت کے روبرو زیر بحث ہے - ہندوؤں نے یہ استدعا کی ہے کہ ممالک مغربی و شمالی و اودھ میں سرکاری دفتر ہندی کے کر دیئے جائیں اور اُردو زبان اور اُردو حروف دفتروں سے خارج ہوں - ہندوؤں کی یہ درخواست خواہ کسی خیال سے ہو مگر مسلمان اسکے بالکل مخالف ہیں اُنکو کسیطرح یہ بات منظور نہیں ہے کہ سرکاری دفتر میں ہندی رائج ہو اور اُردو زبان جسمیں ہمیشہ سے سرکاری دفتر چلا آتا ہے دفتروں سے

معدوم کردی جائے۔ ہندوؤں کی طرف سے جو درخواست ہے وہ ایک رسالے یا کتاب کی شکل میں تحریر ہو کر گورنمنٹ کے حضور میں پیش کیگئی ہے اور اُسمیں اُردو زبان کے فرضی نقصانات اور ہندی زبان کے خیالی فائدے بیان کرکے ہندی کو اُردو پر ترجیح دینے کی کوشش کیگئی ہے۔ اب مجکو جو کچھ لکھنا منظور ہے وہ اسی کی نسبت ہے اور میں نے اپنے بیان کو چند حصوں پر تقسیم کردیا ہے اور ہر ایک حصے کو بطور ایک جدا گانہ مضمون کے لکھا ہے۔

مضمونِ اوّل

جس امر پر بحث کرنیکا ارادہ کیا گیا ہے اُسمیں بحث کرنے سے پہلے ایک بڑا اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے جو یہ درخواست کی ہے کہ بجاے اُردو کے ہندی جاری کیجائے اُسمیں پہلا سوال یہ ہے کہ اس درخواست سے ہندوؤں کا اصلی منشا اور مقصد کیا ہے؟

کیا یہ درخواست اس غرض سے کی گئی ہے کہ فی الواقع اُردو کے قائم رہنے سے ہندو مسلمان دونوں کا نقصان ہے اور ہندی کے جاری ہونے سے اُس کی تلافی ہو کر دونوں کو نفع حاصل ہوگا

یا یہ درخواست اِس نیت اور ارادے سے پیش کی گئی ہے کہ اُس کے منظور ہونے سے صرف ہندوؤں کے فرقے کو فائدہ پہونچے اور مسلمانوں کو اُس سے کچھ فائدہ حاصل نہو۔

یا اِس درخواست کا یہ منشا ہے کہ مسلمانوں کو اُس کے ذریعے سے نقصان پہونچا کے اُنپر غلبہ حاصل کیا جائے اور مُلکی فوائد سے وہ محروم کیے جائیں۔ اِس سوال کو ہم نے تین حصوں پر اسواسطے تقسیم کردیا ہے تاکہ اُسکا جواب حاصل ہونے میں ہر ایک پہلو پر اچھی طرح سے نظر پڑجائے

اس سوال کا جواب اگر کسی ہندو سے لیا جائے تو وہ بلا تامل کہدیگا کہ اس سے صرف قومی فائدہ مدّنظر ہے بلکہ ملکی فائدہ مدّنظر ہے جسمیں ہندو مسلمان دونوں شریک ہیں اور اُس سے دونوں کو نفع پہونچیگا یا کم سے کم مسلمانوں کو اُس سے کچھ مضرت نہیں ہے۔ اور اگر کسی مسلمان سے اِسکا جواب طلب کیا جائے تو وہ بے ساختہ بول اُٹھیگا کہ ہندی جاری ہونیسے مسلمانوںکا سخت نقصان ہوگا۔ اور اِس سے اُنکو بے انتہا مضرت پہونچیگی۔ لیکن ہر شخص کا جواب معقول وجوہ اور دلائل کا محتاج ہے بغیر معقول دلائل کے کسی ایک کا جواب بھی تسلیم نہیں ہوسکتا۔

چونکہ ہندو مسلمان دونوں اس معاملے میں مدّعی اور مدّعا علیہ کی حیثیت رکھتے ہیں اسلیے اسکا

فیصلہ کرنے کے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ہندو مسلمان دونوں سے بالکل علیحدہ ہو اور وہ بہت دانشمندی کے ساتھ منصفانہ فیصلہ کر سکے - اب یہ معاملہ گورنمنٹ کے سامنے پہونچ گیا ہے دونوں فریق اسبات کو تسلیم کرینگے کہ گورنمنٹ سے بہتر اسکا فیصلہ کرنے والا کوئی شخص نہیں ہو سکتا - گورنمنٹ کو بحیثیت بادشاہ وقت کے اول تو خود یہ حق حاصل ہے کہ رعایا میں جو اختلافی مسئلہ زیر بحث ہو اسکا فیصلہ باختیار شاہانہ کر دے - دوسرے اس بحث کے فیصلہ کرنے کیواسطے فی نفسہ گورنمنٹ سے زیادہ کوئی شخص فیصلہ کرنیکی قابلیت بھی نہیں رکھتا - جس دور اندیشی سے گورنمنٹ اس معاملے کے تمام اطراف اور جوانب پر نظر ڈال سکتی ہے میرے یقین میں ہندو مسلمانوں میں سے کسی ایک کی نگاہ بھی وہاں نہیں پہونچ سکتی قطع نظر اسکے گورنمنٹ اسبات کو بھی اچھی طرح ملحوظ رکھے گی کہ کسی فریق کے حق میں ناانصافی نہونے پائے - پس ہم عادل گورنمنٹ کے روبرو اسیطرح اپنا حال عرض کرتے ہیں جس طرح کہ محکوم رعایا اپنے بادشاہ کے سامنے سارا دکھ درد بیان کر کے انصاف کی خواستگار ہوتی ہے -

مضمون دوم

عیسوی سنہ کی اُنیسویں صدی میں جسکی عمر قریب الاختتام ہے ہندوؤں کیطرف سے دو باتوں کی کوشش کی گئی - ایک یہ کہ ہندوستان سے گاؤکشی موقوف ہو جائے - دوسرے یہ کہ سرکاری دفاتر میں ہندی رائج ہو -

دیانند سرستی جو ہندوؤں میں ایک بالیاقت شخص گذرے ہیں اُنھوں نے مدت تک تمام ملک میں شور و غل مچایا کہ ہندوستان سے گاؤکشی کسی نہ کسی طرح موقوف ہو جائے - اُنھوں نے اپنی قوم کو اس امر کی بہت ترغیب دی اور ہر طرح سے اُن کو اسبات پر آمادہ کیا کہ ایسی تدبیریں اختیار کیجائیں جن سے مطلب کے حاصل ہونے میں کامیابی ہو - جس شہر اور قصبے میں اُنکا گذر ہوا اُنھوں نے جہاں اور باتیں بیان کیں وہاں اسبات کو تخصیص کے ساتھ بیان کیا - آخر سنہ ۱۸۷۲ء یا شروع سنہ ۱۸۷۳ء میں جبکہ میں قصبہ ہاتھرس ضلع علیگڈھ میں تھا وہاں پر دیانند سرستی بھی آئے تھے اور اُن سے میری ملاقات ہوئی اور قریب دو گھنٹے کے گفتگو ہوتی رہی - اثناء گفتگو میں طرح طرح

کی باتیں ہوئیں اور اُسی ضمن میں کچھ تذکرہ گاؤکُشی کے متعلق بھی آیا تھا - مجکو اُسوقت میں معلوم ہوا تھا کہ دیانند سرستی کی طبیعت میں یہ خیال جما ہوا ہی کہ گاؤکُشی ہندوستان سے اگر موقوف ہو جائے تو بہتر ہی - میرے خیال میں اُنھیں کی تحریک اور کوشش سے یہاں تک نوبت پہونچی کہ ملک کے ہر ایک حصے میں کم وبیش اُسکا چرچا شروع ہوگیا اور ہندوؤں کی قوم اُسکے عمل کرنے پر آمادہ ہوگئی -

جب وہ مادہ ہندوؤں کی تمام قوم میں بخوبی پختہ ہوگیا تو اُسکا اظہار عجیب وغریب صورت سے شروع ہوا - ایک مرتبہ ہندوؤں کی تمام قوم نے یہ چاہا کہ ہندوؤں کے کئی کڑور آدمیوں سے دستخط کراکے بذریعہ ایک درخواست کے گورنمنٹ سے ایسا حکم حاصل کریں - مگر ایسے حکم کا حاصل ہونا گورنمنٹ سے ناممکن تھا - اسلیئے اُس طرف سے نااُمید ہوکر دوسری تدبیر شروع کی -

ہر شہر اور قصبے میں بلکہ بعض بعض دیہات میں بھی ہندوؤں نے کُھلّم کُھلّا عام طور پر مسلمانوں سے گاؤکُشی پر مزاحمت شروع کردی - اور بالخصوص عیدالضحیٰ میں جبکہ مسلمان مذہبی ہدایت کی موافق قربانی کرتے ہیں ہندوؤں نے گائے کی قربانی سے روکنا چاہا یہانتک کہ بعض جگہ کُشت وخون کی نوبت پہونچی اور بڑے فساد برپا ہوئے - اور گورنمنٹ نے اُسمیں دست انداز ہوکر سینکڑوں ہندو مسلمانوں کو جیلخانے میں بھیجدیا - یہ سازش جو ہندوؤں کی قوم میں ہوئی تھی اُسکا اثر کم وبیش ہر جگہ پایا جاتا تھا - غالبًا ہندو اسبات پر بھروسہ رکھتے تھے کہ اُن میں بہ نسبت مسلمانوں کے تموّل زیادہ ہی اور اُن کی تعداد بھی مردم شماری کے لحاظ سے اِس ملک میں بہ نسبت مسلمانوں کے افزوں ہی -

اون شہروں اور قصبات کا تو کیا ذکر ہی جہاں پر ہندوؤں کی آبادی زیادہ یا مسلمانوں کی برابر ہی بلکہ ایک ایسے شہر میں بھی خاص عیدالضحیٰ کے دن گاؤکُشی پر فساد کی نوبت پہونچی جہاں کثرت سے پٹھان لوگ رہتے ہیں اور ہندوؤں کی آبادی شاید فیصدی دس سے بھی کم ہوگی - خاص رامپور میں جو پٹھانوں کا مولد ہی ایک مرتبہ یہی قضیہ پیش آیا اور باوجود اسکے کہ اسلامی ریاست اور پٹھانوں کی کثرت کے سبب سے وہاں کے ہندوؤں کو کچھ زیادہ زور نہیں ہی ہندوؤں نے علانیہ مزاحمت کی - اسکا سبب یہ تھا کہ جو منصوبہ ہندوؤں کی قوم میں باندھا گیا تھا اُس میں تمام قوم کی سازش تھی اور اُس راز سے ہر ایک ہندو کا دل آگاہ تھا - یہ تدبیر جو ہندوؤں نے

گاؤکشی موقوف ہونے کے واسطے اختیار کی تھی سراسر نادانی بلکہ دیوانگی تھی۔ آخرکار جب ہندوؤں نے مطلب برآری نہ دیکھی تو پھر مسلمانوں سے آشتی اور صلح کا پیام ڈالا اور رفتہ رفتہ وہ شورش جو تمام ملک میں آندھی کی طرح اُٹھی تھی صلح اور آشتی کے ذریعے سے فرو ہوگئی۔ اب ہندوؤں کی قوم پھر دوسری طرف متوجہ ہوئی اور اُسی دوسری کہانی کو گانا شروع کیا

مضمون سوم

موجودہ زمانے میں جبکہ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان کی حکومت کرتے ہوئے سو برس سے زیادہ ہوچکے ہندی دفتر ہونیکی استدعا کرنا اگر نری حماقت نہیں ہے تو کم عقلی میں ضرور داخل ہے۔ انگریزی حکومت ہمکو علانیہ بتارہی ہے کہ وہ زمانہ عنقریب آپہونچا جبکہ ملک میں تمامتر انگریزی زبان رائج ہوجائیگی۔ برٹش گورنمنٹ جس کام کا ارادہ کرتی ہے اُسکو آہستہ آہستہ ایسی سہولیت سے اختتام کو پہونچاتی ہے کہ رعایا کو اُس کام کا ہونا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ چندروز سے سرکار نے بعض دفتروں میں یہ حکم دیدیا کہ تاریخوں وغیرہ کے ہندسے انگریزی میں لکھے جائیں۔ چنانچہ صیغۂ رجسٹری وغیرہ میں اسپر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ ملازمت میں سرکار نے یہ قید لگادی کہ جو شخص مڈل کا امتحان پاس نکریگا وہ سرکار کے اکثر صیغوں میں دس ۱۰ روپے ماہوار کی نوکری نہیں پاسکتا اور اُسمیں بھی عملی طور پر اُس شخص کو ترجیح دیجاتی ہے جس نے انگریزی میں مڈل کا امتحان پاس کیا ہو۔ عام طور پر ہر ایک صیغے میں وہ لوگ لائق سمجھے جاتے ہیں جنھوں نے ایک معقول حد تک انگریزی تعلیم گاہوں میں پڑھکر کسی درجے کا امتحان پاس کیا ہو۔ ملازمت حاصل کرنے کے لیے سرکار نے لیاقت کی جانچ کیواسطے صرف یہی معیار قرار دی ہے کہ امیدوار کسی گورنمنٹی اسکول یا کالج کا سند یافتہ ہو اور بغیر اسکے ہر ایک امیدوار چاہے کیسا ہی قابل کیوں نہو کسی شمار میں نہیں ہے۔ سرکاری دفتروں کی پڑتال کرکے دیکھ لو کہ آج سے پچیس ۲۵ برس پہلے کسقدر کاغذات اُردو زبان میں لکھے جاتے تھے اور اب بجائے اُردو کے کسقدر کاغذات انگریزی زبان میں لکھے جاتے ہیں۔ حساب کتاب کا صیغہ تو بالکل انگریزی زبان اور انگریزی ہندسوں کا ہوگیا کوئی سرکاری دفتر ایسا نہیں ہے جسمیں حساب کتاب اُردو میں لکھا جاتا ہو۔ سرکاری قواعد کی پابندی نے اسقدر انگریزی خوان آدمی مہیا کردیے ہیں

کہ اگرچہ عرصے کے بعد تمام دفتر انگریزی کردیئے گئے تو سرکار کو ذرا بھی دشواری نہوگی- گورنر جنرل کے دفتر سے لیکر کسی ادنیٰ دفتر تک دیکھ جاؤ تمام کاغذات انگریزی پاؤگے- خط وکتابت عدالتوں اور دفتروں کی تمام انگریزی میں ہوتی ہی- ہائیکورٹ میں یہانتک پابندی ہی کہ تمام کاغذات انگریزی میں ترجمہ کرائے جاتے ہیں- اور مقدمات کی بحث میں اُردو زبان کا بولنا قطعی ممنوع ہی- جو ڈگریاں ہائیکورٹ میں بنائی جاتی ہیں اُسکا ایک خاکہ ہی- اُس خاکے میں ایک کالم انگریزی کا اور دوسرا کالم اُسی کے مقابلے میں اُردو کا ہی ہمیشہ سے دونوں کالم برابر انگریزی اُردو میں لکھے جاتے تھے مگر اب اِسکی چنداں قید نہیں ہی- انگریزی کالم تو پورے طور سے لکھا جاتا ہی لیکن اُردو کا کالم کبھی بھر دیا جاتا ہی ایسے حال چھوڑ دیا جاتا ہے- غرضکہ انگریزی زبان کا قبضہ روز بروز ملک پر ہوتا چلا جاتا ہی- اگر کوئی شخص جس نے پچیس سال پہلے انگریزی عدالتیں اور دفتر دیکھے تھے آج اگر انکو دیکھے تو اُسکو یہ تمام چیزیں بالکل نئی معلوم ہونگی اس پچیس سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ اسقدر تبدیلی ہوگئی ہی کہ اُسکی جانچ کرنے سے بخوبی اُسکا اندازہ ہوجائیگا- جو لوگ اُسوقت سے آجتک برابر دیکھتے چلے آتے ہیں اُنکو کچھ زیادہ فرق اس سبب سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تبدیلی بتدریج اور آہستہ آہستہ عمل میں آئی ہی- حکام اور عملے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ آج سے پچیس سال پہلے تمام حاکم اور عملے کے آدمی اُردو داں ہوتے تھے کہیں ایک آدھ آدمی انگریزی داں دکھائی دیتا تھا- اب برخلاف اُسکے اُردو داں حاکم معدودے چند رہ گئے ہیں باقی تمام انگریزی داں ہیں اور عملے کے آدمی بھی کثرت سے انگریزی داں پائے جاتے ہیں-

یہ تمام علامات ہمکو آیندہ زمانے کی خبر دے رہی ہیں کہ ایک روز انگریزی زبان تمام ملک میں پھیل جائیگی اور ایسا وقت آجائیگا کہ ادنیٰ خدمتگار اور قلی- سائیس بھی انگریزی پڑھے ہوئے یا کم سے کم انگریزی سمجھنے والے ملجائینگے- پس ایسے وقت میں ہندوؤں کی یہ خواہش کہ اُردو کو موقوف کرکے ہندی زبان جاری کردی جائے کسقدر ناموزوں ہی- اگر ہندوؤں نے یہ استدعا کی ہوتی کہ بجائے اُردو کے انگریزی زبان جاری کردی جائے یہ استدعا بھی اگرچہ قبل از وقت ہوتی کیونکہ ابھی ایسا زمانہ نہیں آیا ہی کہ تمام عدالتوں اور دفتروں میں عام طور سے انگریزی جاری کردیجائے مگر تاہم اسقدر ناموزوں نہوتی- بہتر یہ تھا کہ بجائے ہندی کے رومن جاری ہونے کی درخواست کیجاتی کہ اُردو زبان انگریزی حرفوں میں لکھی جائے مگر اس درخواست سے وہ

مطلب حاصل نہیں ہوسکتا تھا جو درخواست کرنیوالوں کے دل میں ہے۔
ہندی زبان اور ہندی حروف کو عدالتوں اور دفتروں سے گئے ہوئے سینکڑوں برس ہوچکے اُسکے جانے کے بعد اول فارسی نے اور پھر اُردو نے رواج پایا اب اُس بیچاری کی ہڈیاں بھی قبر میں گل کر خاک ہو چکیں اسقدر مدت کے بعد اُسکو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔
ہندوؤں میں ایک پرانا مسئلہ آواگون کا چلا آتا ہے اُنکا یہ عقیدہ ہے کہ جو جاندار مرجاتا ہے وہ پھر زندہ ہوکر کسی دوسرے قالب میں جنم لیتا ہے شاید اُسی خیال سے اُنھوں نے یہ ارادہ کیا ہو کہ ہندی زبان کو مرے ہوئے بہت زمانہ گذر گیا اب اُسکو پھر نئے سر سے جنم دینا چاہیے۔

مضمون چہارم

ہم دریافت کیا چاہتے ہیں کہ ملک کو اُردو زبان کی زیادہ ضرورت ہے یا ہندی زبان کی۔ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے ہمکو اس سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہیں آتا کہ ہم خود ہندوؤں کی حالات پر نظر ڈالیں۔ ہندو و مسلمانوں پر کیا منحصر ہے دنیا میں جسقدر فرقے ہیں اُن میں سے ہر فرقہ اپنے تمام لوازم زندگی میں مذہب اور اُسکی پابندی کو ایک بڑا جزو زندگی کا سمجھتا ہے ہر ایک کا یہ خیال ہے کہ مذہب تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اور بسا اوقات مذہب کے مقابلے میں جان مال۔ عزت کی بھی پروا نہیں کیجاتی یہانتک کہ دہریے اور لامذہب بھی اس خیال سے خالی نہیں ہیں۔ ہر شخص کا دل اس بات کو چاہتا ہے کہ جس مذہب اور جس طریقے کا وہ معتقد ہے اُسی کا رواج تمام دنیا میں ہوجائے۔
تمام مذہبوں میں جس طرح مذہبی کتابیں موجود ہیں اُسی طرح ہندوؤں میں بھی ایک بہت بڑا ذخیرہ مذہبی کتابوں کا ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جہانتک ملینگی وہ سنسکرت یا کچھ کچھ بھاشا میں ملینگی۔ میں نے مذہبی کتابوں میں اصلی مذہب اور نیز اخلاق اور تصوف سب کو شامل کرلیا ہے اور اُس تمام مجموعہ کتب کو مذہبی کتابوں سے تعبیر کیا ہے۔
ہندوؤں کے مذہب میں تمام مذاہب کے علاوہ ایک خاص بات پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی مذہب کا آدمی ہندو مذہب میں داخل نہیں ہوسکتا باوجود اسکے کہ وہ خود اپنی خواہش سے اُسمیں داخل ہونیکا ارادہ کرے برخلاف دیگر مذاہب کے کہ اُن میں ہر شخص چاہے کسی مذہب کا کیوں نہو داخل

ہو کر اُسیطرح سزا اور جزا کا مستحق ہو سکتا ہے جسطرح کہ اُس مذہب کے اور پیرو مستحق ہیں۔ اگرچہ ہندوؤں نے چندروز سے پنجاب میں یا کہیں کہیں آریہ سماج والوں نے یہ نئی بات ایجاد کی ہے کہ وہ غیر مذہب والے کو اپنے مذہب میں دخل کرتے ہیں مگر چونکہ یہ بات مصنوعی ہے اور ہندوؤں کے اصلی اُصول کے خلاف ہے اسلیئے وہ نیا مذہب قبول کرنیوالا اور سب ہندوؤں میں پورے طور سے شامل نہیں ہو سکتا اور خود ہندوؤں کی قوم تمام باتوں میں اُس سے پرہیز رکھتی ہے۔

پس ہندوؤں میں مذہبی کتابوں کی اشاعت اور اُنکو مشتہر کرنا صرف اپنے ہی ہم مذہبوں اور اپنی ہی قوم کیواسطے مخصوص ہے یہ غرض اُس سے ہرگز نہیں ہے کہ کسی دوسرے مذہب والے کو اپنے مذہب کی خوبی کتابوں سے دکھا کر اپنے مذہب کی جانب مائل کیا جائے بلکہ اُن کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ مذہبی کتابوں کو خود اُن کے ہم مذہب لوگ دیکھکر اپنے مذہب کے مسائل اور اصول سے واقف ہوں اور اُن کتابوں کو دیکھکر مذہبی پابندی کا خیال اُن کے دلوں میں مستحکم ہو۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ایسی ہیں جنکا سمجھنا خود ہندوؤں کو دشوار ہو گیا ایک عرصے سے ہندوؤں میں اُن لوگوں کی تعداد بہت گھٹ گئی ہے جو اُن کی مذہبی کتابوں کے سمجھنے والے تھے۔ وید اور پوران جنپر ہندوؤں کے مذہب کی بنیاد ہے اگر تلاش کیا جائے تو اُنکا سمجھنے والا کئی شہروں اور ضلعوں میں مشکل سے ایک آدھ آدمی نکلیگا۔ ان باتوں نے ہندوؤں کے خیالات کو عرصے سے اسطرف رجوع کیا کہ مذہبی کتابوں سے قوم نا آشنا ہوتی جاتی ہے لہذا اُن کی اشاعت اور ترویج کے لیئے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ بس اُنھوں نے مذہبی کتابوں کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور ترجموں کے ذریعے سے مذہبی مسائل اور مذہبی اصول کو مع اخلاق اور تصوّف کے اپنی قوم میں پھیلانا چاہا۔

اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ہندوؤں میں مذہبی مسائل کا نیچ قوم کے ہندوؤں کو سکھانا جو کہ شودر کے لقب سے مشہور ہیں معیوب بلکہ گناہ سمجھا جاتا تھا اور مذہبی علوم اور مذہبی مسائل کو دوسری زبان میں ادا کرنا تو گناہ کبیرہ کی حد تک پہونچتا تھا لیکن اب وہ زمانہ آگیا کہ جب خود ہندوؤں نے مذہبی کتابوں کے ترجمے شروع کیئے تو اُردو زبان میں شروع کیئے اور اُن ترجموں میں بھی زیادہ تر اس بات کا خیال رکھا کہ اُردو زبان عام فہم

اور سلیس ہو- اس کام کیواسطے ہندؤوں نے ناگری اور ہندی کو کچھ کارآمد نہیں سمجھا-

وید مقدّس جو ہندؤوں کے عقائد کے موافق ایک آسمانی کتاب اور خدا کا کلام ہے اُسکی بعض حصّے بھی اُردو میں ترجمہ ہوئے ہیں- بھاگوت گیتا جو ایک مشہور و معروف کتاب ہندؤوں کی ہو وہ بھی تمام و کمال اُردو میں ترجمہ ہوئی ہو- منوجی کے تمام اقوال جو ہندؤوں میں بہت مستند سمجھے جاتے ہیں اکثر اُردو میں ترجمہ ہوئے ہیں اسیطرح اور بہت سی کتابیں اُردو میں ترجمہ ہوگئی ہیں-

کیا عجیب بات ہو کہ مذہبی کتابوں کو اُردو میں ترجمہ کرنیکیواسطے ہندؤوں پر کوئی دباؤ نہیں تھا نہ کسی نے اُن کو مجبور کیا تھا اور کوئی دنیوی فائدہ بھی اُس سے مدِّ نظر نہیں تھا- اودھر مذہبی اعتبار سے ایک قسم کی بی ادبی اور بی عظمتی بھی تھی کہ ہندؤوں کے پاکیزہ مسائل ایک ملیچھ یعنی ناپاک قوم کی زبان میں ترجمہ کیئے جائیں- مگر باوجود ان تمام باتوں کے کچھ پروا نہیں کیگئی اور ہندی ناگری کو چھوڑکر وہی اُردو زبان اختیار کی گئی- اِسکا سبب یہی ہو کہ خود ہندؤوں کو بھی اُردو زبان کی ضرورت ہمارے ملک میں بہ نسبت ناگری اور ہندی کے زیادہ ہو- آگے چلکر میں یہ دعوی کرونگا کہ اب اس ملک یعنی ممالک مغربی و شمالی و اودھ میں ہندو مسلمان دونوں کی ملکی زبان خاص اُردو ہوگئی ہو اور دونوں فرقوں کو اسی کی زیادہ ضرورت ہو اور یہی زبان اُن کے واسطے کارآمد اور یہی اُن میں رائج ہو-

مسلمانوں کا تو کیا ذکر یہودیوں عیسائیوں کو خیال کرو توریت- انجیل- زبور- یہ کتابیں بھی اُردو میں آگئی ہیں اور عیسائیوں نے تو اپنی مذہبی کتابوں کو اس کثرت سے اُردو میں ترجمہ کرکے مشتہر کیا ہو جسکی کوئی حد نہیں-

مسلمانوں نے بھی اپنی مذہبی کتابوں کو یہاں تک کہ خود کلام اللہ شریف کو اُردو میں ترجمہ کرلیا ہو-

بڑی مشکل کی بات ہو کہ ایک طرف تو ہندؤوں کا زبان سے یہ دعوی ہو کہ ملک کی اصلی زبان ہندی ہو اور دوسری طرف عمل یہ ہے کہ علاوہ دیگر علوم کے خود مذہب کی کتابوں کا ترجمہ برابر اُردو میں ہوتا چلا جاتا ہے- اس سے معلوم ہوتا ہو کہ زبانی مقولہ اور ہو اور عمل بالکل

اُس کے خلاف ہے۔

اب مذہبی کتابوں کو چھوڑ کر دوسری طرف خیال کیجیے۔ گورنمنٹ نے صدہا قوانین اور سرکلر جاری کیے ہیں اور وہ اسقدر ضروری ہیں کہ ہر شخص کو اُن سے دن رات کام پڑتا ہے تمام رعایا بلا کسی امتیاز کے اُن کی پابند ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ اس ملک کے ہندوؤں نے کون کون سے قانون اور سرکلر ہندی ناگری میں ترجمہ کیے ہیں حقیقت میں اُن کو ہندی ناگری کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور اُردو زبان اُن کی تمام ضرورتیں پوری کر رہی ہے۔

اس ملک کے ہندوؤں میں روزمرّہ کی بول چال پر خیال کرو کہ وہ کس زبان میں اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں۔ شہروں اور قصبوں کو چھوڑ کر جہاں کے لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں خاص دیہات کی زبان کو دیکھو تمام جملے اور فقرے اُردو زبان کے اور وہی ترکیب اور کثرت سے وہی الفاظ جو اُردو زبان میں مروّج ہیں اُن لوگوں کی روزمرّہ بات چیت میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت اسبات کا مل سکتا ہے کہ ملک کا ملک اسی اُردو زبان کو بولتا ہے اور اب اُردو ہی ملک کی زبان ہوگئی ہے۔ یہ بات نہایت توجہ کے قابل ہے کہ ہندوؤں کی بول چال میں بعض الفاظ عربی فارسی کے اسی اُردو زبان کی بدولت ایسے آگئے ہیں جنکو خود مسلمان بھی اُس طور پر استعمال نہیں کرتے حالانکہ اُن الفاظ کو ہندی زبان سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ مثلاً لفظ (مالک) جو کہ خالص عربی ہے اور عربی کے قاعدے سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے عام طور پر تمام ہندو گنوار سے لیکر شریف تک اس لفظ کو شوہر کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور زیادہ لطف یہ ہے کہ اب یہ لفظ شوہر کے معنی میں خاص ہندوؤں کی بول چال میں اس کثرت سے مستعمل ہو گیا کہ ہندی کے اور تمام الفاظ مثلاً (پت) یا (بر) وغیرہ جو اسکے ہم معنی ہیں قطعی متروک الاستعمال ہوگئے۔ اور تمام زن و مرد اسی لفظ کو برابر ہر ایک موقع پر شوہر کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ یا مثلاً (مہمان) ہندوؤں میں عام طور پر بمعنی داماد کے بولا جاتا ہے اور تمام ہندو خصوصاً پنج قوم کے ہندو سوا اس لفظ کے دوسرا لفظ ہی نہیں بولتے یا مثلاً گماشتہ اور منیب۔ پہلا لفظ فارسی اور دوسرا عربی ہے یہ دونوں لفظ بھی عہدہ تا ہندی اُردو میں ہندوؤں کے واسطے مخصوص ہوگئے ہیں اسیطرح اور بھی بہت سے

الفاظ ہیں جو ہندؤوں کی روزمرّہ بول چال میں آکر خاص اُن کی زبان ہوگئے ہیں۔

ہندؤوں میں جو پبلک جلسے یا کمیٹیاں ہوتی ہیں اور جہاں موقع گفتگو اور اسپیچ کا ہوتا ہے اونمیں ساری گفتگوئیں اور اسپیچیں اسی اُردو زبان میں کیجاتی ہیں اور ہر ایک کو یہ تلاش ہوتی ہے کہ گفتگو کے وقت اُردو کے فصیح الفاظ اور بامحاورہ فقرے اُس کی زبان سے نکلیں اور پھر اُن جلسوں اور کمیٹیوں کے متعلق جسقدر تحریرات عمل میں آتی ہیں وہ بھی سب اُردو زبان اور اُردو حروف میں لکھی جاتی ہیں اور اگر کسی موقع پر اُردو زبان استعمال نہیں کیجاتی تو وہاں انگریزی کا استعمال ہوتا ہے۔ ہندی ناگری کا کہیں نشان بھی نہیں پایا جاتا۔

اسکے بعد عام خط وکتابت کیطرف خیال کرنا چاہیے کہ اس ملک میں عام طور سے خط وکتابت کس زبان میں ہوتی ہے اور کن حروف میں لوگ خط اور چٹھیاں لکھتے ہیں۔ معمولی طور پر تمام خطوط اور چٹھیاں اُردو زبان اور اُردو حروف میں لکھی جاتی ہیں جو شخص اُردو لکھنا نہیں جانتا وہ مجبوری سے ہندی میں لکھتا ہے اسکا اندازہ سرکاری ڈاکخانوں سے کرلو کثرت سے خطوط اور چٹھیاں اُردو میں ملینگی۔ اور جو شخص ہندی اُردو دونوں لکھنا جانتا ہے وہ بھی عادتًا اُردو میں ہی لکھتا ہے البتہ ساہوکاروں میں ہنڈویات یا وہ چٹھیاں جو متعلق آڑہتہ وغیرہ کے ہوتی ہیں وہ ابھی پُرانے دستور کے موافق ہندی میں لکھی جاتی ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ہنڈویات اور چٹھیات متعلقہ آڑہتہ وغیرہ کا ایک پُرانا خاکہ بطور نمونے کے ہے اُسی نمونے کے مطابق گویا خانہ پُری کردی جاتی ہے۔ قطع نظر اسکے اس قسم کے لوگوں اور نیز اُن کی خط وکتابت کی تعداد اسقدر کم ہے کہ وہ کسی شمار میں نہیں آسکتی۔

خط وکتابت کے بعد دستاویزات پر خیال کرنا چاہیے۔ باہمی معاملات میں جو دستاویزات مثلاً بیعنامہ ۔ رہن نامہ ۔ تمسک ۔ پٹہ ۔ قبولیت ۔ ہبہ نامہ ۔ کرایہ نامہ وغیرہ لکھے جاتے ہیں وہ تمامتر اُردو میں ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی تمام عمر میں رجسٹری شدہ ایک دستاویز بھی ہندی زبان اور ہندی حروف کی نہیں دیکھی حالانکہ مجکو پچیس سال سے برابر بوجہ اپنے پیشے کے دستاویزات دیکھنے کا کام رہتا ہے۔ دستاویزات کے لیے عمومًا اُردو زبان اور اُردو حروف اس ملک میں مخصوص ہیں اور ہر شخص خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان ہو تمام دستاویزوں کو اُردو میں لکھواتا ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چھوٹا سا تمسک یا پٹہ ہندی میں لکھا جاوے اور وہ بھی مجبورًا اُسوقت جب کوئی اُردو لکھنے والا

وقت پر دستیاب نہو سکے۔

سب سے بڑی شناخت زبان کی زندگی اور رواج عام کی یہ ہے کہ عام خاص سب اپنی استعداد کے موافق اُس میں شعر وسخن کہتے ہوں اور عام پسند اشعار اور گیت جنکو ہر شخص سمجھ سکے اُس زبان میں پائے جائیں۔ شعر وسخن ہی زبان کیواسطے اصلی معیار ہے۔ یہاں تک کہ جب کبھی کسی محاورے یا لغت کی بابت اختلاف ہوتا ہے تو اُسکی صحت اور غلطی دریافت کرنیکے لیے مستند شاعروں کے کلام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور جو محاورہ یا لغت شاعر کے کلام میں ملجاتا ہے اُسکو سب لوگ صحیح مان لیتے ہیں

اس ملک میں ہندی شاعری ایسی معدوم ہوگئی ہے کہ تمام ملک میں تلاش کرنے کے بعد بھی ایک مشتاق شاعر ہندی زبان کا نہیں ملیگا۔ برخلاف اسکے اُردو زبان کی شاعری اب تک روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہندوؤں میں سینکڑوں اُردو زبان کے شاعر اسوقت موجود ہیں اور برابر اُن کے اشعار گلدستوں میں چھپکر مشتہر ہوتے ہیں۔ جس مشاعرے میں جاکر دیکھو برابر ہندو مسلمان دونوں قسم کے شاعر اُس میں موجود پاؤگے۔ بہت سے ہندو شاعر ہیں جنکا کلام بطور دیوان کے چھپکر عام لوگوں میں مشہور ہوا ہے۔ اور صرف اسی پر منحصر نہیں ہے کہ اُن کے کلام میں معمولی غزلیں موجود ہوں بلکہ تمام اصناف سخن میں مثلاً غزل۔ قصیدہ۔ رُباعی۔ قطعہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ مخمس۔ ابیات۔ مثنوی۔ تاریخ معمّا۔ چیستاں وغیرہ وغیرہ سب قسم کی شاعری میں اُنکا کلام موجود ہے اور زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوؤں میں جو چار فرقے ہیں یعنی ویش۔ برہمن۔ چھتری۔ شودر۔ وہ سب ہی اُردو زبان کے شاعر ہیں۔ کوئی فرقہ اُردو زبان کی شاعری سے خالی نہیں ہے۔ کیا کوئی شخص نشان دیسکتا ہے کہ اس ملک میں جو سینکڑوں جلسے مشاعرے کے ہوتے ہیں اور بہت سے گلدستے اُردو شاعری کے چھپتے ہیں اُن کے مقابلے میں کہیں بھی کوئی مشاعرہ ہندی شاعری کا ہوتا یا کوئی گلدستہ ہندی شاعری کا نکلتا ہے۔ مجکو تو یقین کامل ہے کہ ہندی زبان کا ایک شاعر بھی اب اس ملک میں باقی نہیں رہا۔ کسقدر تعجب آتا ہے کہ جب خواجہ الطاف حسین حالی نے ایک نایاب مسدس نئے طرز کا اُردو زبان میں لکھا اور لوگوں نے اُسکو پسند کیا تو اُسکی تقلید میں ایک ہندو صاحب نے بعینہ اُسی طرز کا ایک مسدس لکھکر مشتہر کیا۔ کسی ہندو صاحب کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ ہندی میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کر کے اُس میں کچھ اشعار وغیرہ لکھتے۔ بات تو یہ ہے کہ خود ہندو بھی اُردو زبان اور اُردو حروف کو اپنی زبان اور اپنے

ملک کی زبان خیال کرنے لگے ہیں۔

پس جس چیز پر زبان کی حیات اور ممات موقوف ہو یعنی شعر و سخن وہ چیز ہی ہندی زبان اور ہندی حروف میں نہیں ہو۔

شادی بیاہ میں جو خطوط دوست و احباب کے بلانے کو لکھے جاتے ہیں اُن میں بھی یا تو اُردو کے اشعار یا اُردو زبان کی سقفے اور رنگین عبارت فارسی حروف میں لکھی جاتی ہو۔ اور وہ خطوط سُرخ رنگ کے کاغذ پر سُنہری روشنائی یا دوسری قسم کی روشنائی سے اکثر لکھوائے جاتے ہیں ہندی زبان اور ہندی حروف اِس موقع پر بھی استعمال میں نہیں آتے۔ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر ہندی زبان اور ہندی حروف کو استعمال کرے تو غالباً بدسلیقہ یا شاید گنوار کے لقب سے یاد کیا جائے۔

اب اس سے بھی زیادہ ایک اور بات کیطرف خیال فرمایئے کہ اس ملک میں عام آدمیوں نے مختلف علوم اور فنون سیکھنے اور پھیلانے کیواسطے کس زبان کو ذریعہ اور کار آمد سمجھا ہو۔

جہانتک مجکو معلوم ہو مروّجہ علوم میں کوئی علم بھی ایسا نہیں ہو کہ جسکا کچھ نہ کچھ ترجمہ یا تالیف یا انتخاب اور بعض بعض علموں میں تصنیفات بھی اُردو زبان میں موجود نہوں۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ریاضی۔ فلسفہ حکمت۔ اخلاق۔ تصوف۔ دینیات۔ تشریح۔ ڈاکٹری۔ اقلیدس۔ طبیعیات۔ جبر و مقابلہ۔ نجوم ہیئت۔ کمسٹری۔ پولٹیکل اکانومی۔ ایکٹ و قوانین سب اُردو زبان اور اُردو حروف میں موجود ہیں اور اب تمام علوم کا اسقدر بڑا ذخیرہ خواہ وہ تصنیف ہو یا تالیف ہو یا کسی کتاب کا ترجمہ ہو اُردو میں جمع ہو گیا ہو کہ ہندی اُسکا کسیطرح مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس تمام ذخیرے کے فراہم کرنے والے ہندو مسلمان دونوں ہیں کچھ یہ بات نہیں ہو کہ صرف مسلمانوں نے ہی یہ ذخیرہ فراہم کیا ہو۔ یہ سچ ہو کہ جس قدر سامان اُردو میں اِبتک جمع ہو گیا ہو وہ اب بھی ناکافی ہو لیکن ہندی میں تو اسکا سواں حصہ بھی نہیں ہو

کیا آپ کو یہ بات یاد کرکے کچھ تعجب نہو گا کہ راجہ شیو پرشاد نے جو کسیوقت میں سررشتۂ تعلیم میں ایک افسر تھے جب ہندوستان کی تاریخ اُردو زبان میں لکھی تو اس میں بعض بعض ہندی کے الفاظ جو اُردو زبان میں مروّج نہیں ہیں اپنی کتاب میں داخل کر دیئے۔ جب وہ کتاب چھپکر مشتہر ہوئی تو صرف اسوجہ سے کہ اُردو زبان کی خوبی ہندی زبان کے غیر مانوس الفاظ داخل ہونے سے کتاب

ہیں سے جاتی رہی تھی لوگوں نے اُسکو کچھ پسند نہیں کیا اور باوجود اِسکے کہ راجہ شیو پرشاد اُردو عبارت بہت اچھی لکھتے تھے اور وہ تاریخ بھی درس میں سرکار نے داخل کردی تھی لیکن ملک نے اُسکی کچھ قدر نہیں کی - اب جو کوئی صاحب اردو زبان میں کوئی چیز لکھیں اور انگریزی فارسی کے کچھ الفاظ معمول سے زیادہ داخل کردیں تو اُسپر اسقدر اعتراض نہو گا لیکن اگر اُردو زبان میں ہندی کے الفاظ معمول سے زیادہ داخل ہوجائیں تو ہر ایک طبیعت میں فوراً کھٹکنے لگینگے - اِسکا سبب یہی ہے کہ اُردو زبان ملک کی عام زبان ہوگئی ہے اور ہندی متروک الاستعمال ہے -

اس موقع پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس ملک کا کوئی آدمی یہ ارادہ کرلے کہ وہ سوائے ہندی زبان اور ہندی حروف کے اور کچھ نہیں سیکھیگا اور اُسی کے ذریعے سے تمام علوم میں تھوڑی تھوڑی تحصیل کرکے ایک معقول استعداد حاصل کریگا تو کیا وہ اپنے اس ارادے کو پورا کرسکتا ہے اور تمام علموں میں کچھ نہ کچھ دستگاہ اُسکو حاصل ہوجائیگی - برخلاف اسکے دوسرا شخص اسیطرح اردو زبان اختیار کرتا ہے اور تمام علوم کو صرف اردو کے ذریعے سے سیکھنا چاہتا ہے تو کیا اُسکو کامیابی ہوسکتی ہے اور وہ ہر ایک علم میں کچھ کچھ ماہر ہوسکتا ہے - اس سوال کا جواب ہم اپنے ہندو بھائیوں کیواسطے چھوڑتے ہیں کہ وہ خود سوچ سمجھکر منصفانہ جواب اسکا ہماری طرف سے دیدیں -

جو چیز آجکل زیادہ مرغوب ہے اور عام لوگوں کو فی زمانہ اُس سے دلچسپی ہے اُسپر خیال کرنا چاہیے اخبار بینی کی طرف آجکل طبیعتیں زیادہ راغب ہیں اخباروں کو دیکھو کہ ہندی میں کونسا ایسا نامور اخبار ہے جسکو مقبولِ عام ہونیکا رتبہ حاصل ہوا ہو گذشتہ اور موجودہ دونوں زمانوں پر نظر ڈال جاؤ - اُردو زبان اور اُردو حروف میں اودھ اخبار کے مقابلے میں کوئی شخص نشان دیسکتا ہے کہ اس ملک میں آجتک کوئی ہندی اخبار نکلا ہے -

منشی نولکشور جو کہ قوم کے ڈھوسر ہندو تھے اُنھوں نے یہ اخبار اپنے مطبع سے نکالا تھا اسیطرح اور بہت سے نامور اخبار پہلے بھی اردو میں جاری ہوچکے اور اب بھی جاری ہیں اور ملک میں اُن کی شہرت ہے لیکن ہندی کے کسی اخبار نے آجتک ایسی شہرت نہیں پائی جسکو مقبولِ عام ہونیکا درجہ ملا ہو - ہندی اخبار جو کہیں کہیں جاری ہوئے اول تو اُن کی تعداد بہت کم ہے اور جب ہندو صاحبوں نے ہندی کی طرفداری میں کوشش کرنیکا ارادہ کیا تو اُن کی تعداد کو بالقصد

کچھ عرصے سے بڑھانا چاہا مگر پھر بھی ہندی اخباروں کی تعداد کو اُردو اخباروں کی تعداد تک نہ پہونچا سکے۔ اخبار کا جاری کردینا تو اپنے اختیار میں ہی مگر اُسکا مقبول ہونا تو ملک کے عام آدمیوں کی طبیعت پر منحصر ہی۔ ہندی اخباروں کی قدر و منزلت کا یہ حال ہی کہ بعض اخبار تو اُن میں ایسے ہیں کہ جسطرح ایک کاغذ کے پرچے میں گوند سے چپکا کر ڈاک میں بھیجے جاتے ہیں وہ اُسی صورت سے اپنے مقام پر پہونچکر ردّی خانے میں ڈال دیے جاتے ہیں کوئی بندہ خدا کا اُن کو کھول کر بھی نہیں دیکھتا۔ اور بعض اخباروں کو دو چار سنٹ دیکھکر میز پر رکھدیا جاتا ہی۔ شاید ہی ایسا کوئی اخبار ہوگا جسکو اول سے آخر تک دلچسپی کے ساتھ کوئی شخص پڑھتا ہو۔ خوش طبعی اور مذاق کے لیئے اودھ پنچ طوطیِ ہند۔ بہت سے اخبار جاری ہوئے اور ملک نے اُنکو بہت عزیز سمجھا۔ اودھ پنچ کی یہانتک قدر دانی ملک میں ہوئی کہ بہت لوگوں نے اُس کو فراہم کرکے مجلّد کرلیا اور اُسکی جلدیں بطور کتاب کے اُن کے پاس موجود ہیں۔ اگر ہندی اس ملک کو مرغوب ہوتی تو کم سے کم ایک اخبار تو ایسا ہندی میں بھی نکلا ہوتا۔ میرے خیال میں اخبار کے اِن اقسام کے لحاظ سے ہندی کے حصّے میں تو صفر ہی آئیگا۔

مضمون نگاری جسکا آجکل بہت چرچا ہی خاص اُردو کے حصّے میں آگئی ہی اور ہندی اس سے بالکل مُعرّا ہی۔ ایک زمانے میں جب سیّد مرحوم نے تہذیب الاخلاق کا پرچہ نکالا اور نہایت بیش بہا مضامین اُسمیں چھپے جنکی آب و تاب سے ملک میں روشنی پھیل گئی تو لوگوں نے اُسکو کیسا عزیز سمجھکر ہاتھوں ہاتھ لیا اور آجتک اُسکی مجلّد کتابیں شائقین لوگ خرید کردیکھتے ہیں ہندی کا کوئی اخبار بھی اس پایہ کا ہے جسکی قدر دانی ملک میں اسطرح سے ہوئی ہو۔ کوئی شخص بتا سکتا ہی کہ ہندی میں بھی کوئی ایسا لائق مضمون نگار یا انشا پرداز کسی ہندی اخبار کا ملک میں موجود ہی جسکے لکھے ہوئے مضامین تمام ملک میں مقبول ہوئے ہوں اور اُس کے مضامین سے سارا ملک آگاہ ہوگیا ہو۔

ناول جسقدر ابتک لکھے گئے اُن کو خواہ کسی ہندو نے لکھا ہو یا مسلمان نے سارے اُردو میں ہیں ہندی میں کسیکو ناول لکھنے کا خیال بھی نہیں ہی۔ پنڈت رتن ناتھ نے جو فسانہ آزاد اُردو میں لکھا ہی اُسکا حجم اسقدر ہی کہ اگر آج سے کئی مہینے بلکہ دو چار برس تک بالارادہ ہندی میں

میں ناول لکھنا شروع کیئے جائیں تو اُس ایک کی برابر نہو سکینگے۔
ایک تازہ بات سُنیئے ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ایک اخبار میں چھپا تھا اور اُسپر ایک انگریزی اخبار نے کچھ ریمارک بھی کیا تھا کہ روس نے اپنے ملک میں اُردو زبان کا امتحان تجویز کیا ہی یہ خیال کرکے کہ ہندوستان کی زبان اُردو ہی اور اُسکی ضرورت روس کو اپنے ملک کے لیئے ہی۔ اس بات سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوجاتا ہی کہ غیر سلطنت کے مدبروں نے بھی اُردو زبان ہی کو ملکی زبان خیال کیا اور ہندی کی طرف کسیکا خیال نہیں گیا یہ ایک بڑی شناخت اِس بات کی ہی کہ ہمارے ملک کی زبان اُردو ہی۔ اور اگر اب میں اس بات کا دعویٰ کروں کہ ہمارے ملک کی زبان جسمیں ہندو مسلمان اور سب لوگ شامل ہیں اُردو ہی تو کچھ بیجا نہوگا۔ یہ خبر جسکا میں نے حوالہ دیا ہی روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۱ جنوری ۱۸۹۹ء نمبر ۱۲۔ جلد ۱۳ مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۳۔ اور صفحہ ۸ میں درج ہی۔ اور بحوالہ مارننگ پوسٹ کے اُس آرٹیکل کا کچھ ترجمہ جو سینٹ پیرسبرگ گزٹ میں لکھا گیا تھا روزانہ پیسہ اخبار کے صفحہ ۸ میں حسبِ ذیل ہوا ہی۔

"وسطِ ایشیا میں روسی تجارت کی آیندہ ترقی کے معاملے میں ہندوستانی زبان کو خصوصیت سے دخل ہے اور یہ ایک ایسی زبان ہی جسے ملکی فوائد کے لیئے حاصل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہی ہمیں اِس زبان کی تعلیم کو ہر ایک صورت سے ترقی دینے کی کوشش کرنا چاہیئے اگر اِسے لازمی نہ قرار دیا جائے تو پھر بھی وسطِ ایشیا کے اُمیدواران ملازمت کے لیئے اسکا جاننا ضروری ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایشیا میں سمرقند سے لیکر افریقہ میں زنجبار تک زبانِ مذکور کے بولنے والے پائے جاتے ہیں۔ سرکاری خرچ سے اس زبان کی تعلیم کے لیئے مدارس قائم ہونے چاہئیں جہاں کے کامیاب طلبا کو آیندہ زمانۂ ملازمت میں وسطِ ایشیا پنجاب کی اقوام اور لوگوں سے گفتگو اور بات چیت کرنے میں سہولت ہوگی چینی زبان کے بعد اُردو زبان ہی جو دنیا کے بہت بڑے حصے میں بولی جاتی ہی اور سرحدِ ترکستان سے افریقہ تک جہاں ہندوستانی بکثرت آباد ہورہے ہیں یہی زبان حلّالِ مشکلات خیال کیجاتی ہی اگر جرمنی صرف ذاتی اغراض سے ہندوستانی زبان کی تخصیص کو لازمی سمجھتا ہی تو روسی عہدہ داران کے لیئے زبانِ مذکور کی تعلیم کتنی کچھ ضروری نہوگی جو ہمارے ایشیائی مقبوضات اور ہندوکش کے اُن دروں میں جو پنجاب کو جاتے ہیں بولی جاتی ہی تمام روسی یونیورسٹیوں ٹکنیکل فوجی کالجوں اور وسطِ ایشیا کے خاص مدارس

میں ادنیٰ و اعلیٰ سب طالبعلموں کے لیئے ہندوستانی زبان کا پڑھنا لازمی ہونا چاہیئے"

مضمون پنجم

مشہور ہے کہ اُردو زبان کی ابتدا شاہجہاں بادشاہ کے وقت سے ہوئی ہے اور یہی بات عام آدمیوں میں مشہور ہے۔ لیکن مجکو جہاں تک اپنے بزرگوں اور اُوستادوں سے زبانی معلوم ہوا اُردو کی ابتدا سلطان محمد عادل تغلق کے وقت سے ہوئی ہے۔ سلطانِ عادل کے لشکر میں مختلف ملکوں کے آدمی تھے اور وہ اپنی اپنی زبان بولتے تھے۔ جب دہلی کے اُس قلعے میں جو تغلق آباد کے نام سے مشہور ہے بادشاہ نے مع اپنے لشکر کے قیام کیا اور تمام لشکر کو بات چیت خرید و فروخت وغیرہ ہر ایک معاملے میں شہر کے لوگوں سے اور نیز آپس میں کام پڑا تو اُن کو ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھنے سے مطلب ادا کرنے میں دقّت ہوتی تھی کوئی فارسی کوئی افغانی کوئی ترکی کوئی بھاشا بولتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہر ایک نے دوسری زبان کے بعض بعض الفاظ سیکھکر اپنی زبان میں ملا ملا کر بولنا شروع کیئے اسطرح سے تمام زبانیں باہم مخلوط ہوگئیں اور بادشاہ کے لشکر میں ایک نئی زبان جو بہت سی زبانوں سے مرکّب تھی خود پیدا ہوگئی اور لشکر میں اُسکا رواج شروع ہوا۔ چونکہ لفظ اُردو کے معنی لشکر کے ہیں اس لیئے اس زبان کا نام اُردو ہوگیا یعنی لشکر والوں کی زبان۔ بہرکیف چاہے کوئی بات صحیح ہو یعنی اُردو کی ابتدا خواہ شاہجہاں کے عہد سے ہو خواہ تغلق کے عہد سے اسکی پیدایش کو کچھ بڑا زمانہ نہیں گذرا۔

انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ اُردو زبان کی پیدایش کہاں سے ہوئی اسکے ماں باپ کون ہیں اور اسکی پیدایش اور پرورش کا مقام کہاں ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں اسکے ماں باپ ہیں اور یہی ملک اسکی پیدایش اور پرورش کی جگہہ ہے۔ ہندو مسلمان دونوں قوموں کی زبانوں سے ملکر یہ زبان پیدا ہوئی جہانتک اسمیں بھاشا سنسکرت کے الفاظ اور ترکیبیں ہیں وہ سب ہندو نسل کی تاثیر سے آئی ہیں۔ اور جسقدر فارسی عربی وغیرہ کے الفاظ ہیں وہ مسلمانی خون کا اثر ہے۔ اسنے اپنی پیدایش کے بعد دونوں قوموں کو اپنی جانب ایسا مائل کیا کہ دونوں قوموں نے اسکی دلربا صورت اور خوش سلیقہ سیرت دیکھکر اپنا ملک اسکے قبضے میں دیدیا اور یہ اُردو اپنے ماں باپ کی عنایت اور اپنی خوبی کی وجہ سے سارے ملک پر قابض ہوگئی۔

ذرا یہ تو فرمایئے کہ مسلمان صاحبوں میں جو عربی فارسی کا زیادہ چرچا تھا اُسکو کسنے ملک سے یکقلم موقوف کردیا اب جسکو دیکھو برابر اُردو زبان ہی لکھتا ہی اور اُسیکو اپنے اظہارِ مطلب کا ذریعہ سمجھتا ہی ہندو صاحبوں کو دیکھو کہ انھوں نے بھی بھاشا سنسکرت کو خیرباد کہدی اور اِسی اُردو کے فریفتہ ہوگئے - آخر کوئی بات تو اِس زبان میں ضرور تھی کہ اسقدر قلیل عرصے میں اسنے تمام زبانوں کو ملک سے بیدخل کرکے اپنا قبضہ کرلیا اور خود مالک بن بیٹھی - میرا خیال یہ ہی کہ اُردو زبان سے زیادہ وسیع دنیا میں کوئی زبان نہیں ہی - اِس زبان میں یہ خوبی ہی کہ ہر ایک زبان کا لفظ چاہے وہ کسی زبان کا کیوں نہو اِس زبان میں اپنی اصلی شکل و صورت کے ساتھ بلا کسی تغیّر و تبدّل کے داخل ہوکر اسی زبان کا ہو جاتا ہی وجہ یہ ہی کہ اُردو زبان فی نفسہ کوئی زبان نہیں ہی بلکہ بہت سی زبانوں کے مجموعے کا نام اُردو ہی اس زبان میں اب بھی یہ قابلیت موجود ہی کہ جس زبان کے الفاظ چاہو اِس زبان میں داخل کرلو اور داخل ہوجانے کے بعد وہ الفاظ اسی زبان کے ہوجاتے ہیں - خیال کرو کہ انگریزی کے میل سے کسقدر انگریزی الفاظ اس زبان میں داخل ہوگئے ہیں اور وہ انگریزی الفاظ روزمرہ کے استعمال سے ایسے ہوگئے جنکو کوئی ناخواندہ آدمی بھی اجنبی زبان کا لفظ خیال نہیں کرتا بلکہ اُردو زبان ہی کا خیال کرتا ہی - مثلاً - ٹکٹ - اسٹیشن - ڈاک - ڈگری - ڈسمس - ڈاکٹر - کلکٹر - جج - گورنمنٹ - پولیس - لیمپ - کالج - گورنر - برانڈی وغیرہ وغیرہ

اُردو زبان کے سوا یہ رُتبہ کسی دوسری زبان کو حاصل نہیں ہی کہ کسی اجنبی زبان کا لفظ اُس میں بلا تغیر تبدل کے داخل ہوسکے اور داخل ہوجانے کے بعد خود اُسی زبان کا ہوجائے

اُردو کے علاوہ اور زبانوں کا یہ حال ہی کہ اگر کوئی شخص کسی غیر زبان کا لفظ اُس میں لانا چاہے تو بولنے والے کو سب سے پہلے یہ فکر ہوتی ہی کہ خود اُس لفظ کو نہ بولے بلکہ اُسکا ترجمہ اپنی زبان میں کرکے اُسکا مطلب ادا کرے - مثلاً ایک انگلستان کا آدمی جب ہاتھی کی نسبت اپنی زبان میں کوئی بات کہے تو وہ ہاتھی کا ترجمہ کرکے اپنی زبان میں ایلیفنٹ بولیگا اور ہاتھی نہ کہیگا - اسلیے کہ انگریزی زبان میں یہ گنجایش نہیں ہی کہ دوسری زبان کا لفظ اُس میں داخل ہوسکے - (کیا عجب ہے کہ لفظ فیل کو جوکہ عربی ہی اُلٹ پھیر کر ایلیفنٹ کرلیا ہو اسلیے کہ انگلستان وغیرہ میں ہاتھی نہیں ہوتا ہی اسواسطے پہلے سے انگریزی میں اُس کے لیے کوئی لفظ بھی نہو گا - جب اُس ملک

ہیں یہ لفظ پہونچا تو اُسکو انگریزی سانچے میں ڈھال کر ایلیفینٹ کر لیا)۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جب ترجمے کے لیئے اپنی زبان میں کوئی لفظ نہیں ملتا تو خود اُسی لفظ کو ترکیب دیکر اور اُسکی شکل وصورت تبدیل کر کے اپنی زبان کا سا بنا لیتے ہیں شلاً کچھ عرصہ ہوا کہ سیّد خیرالدین وزیر مملکت ٹونس نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی تہی جسکا نام اقوم المسالك في نظم الممالك ہی۔ اُس کتاب میں بہت جگہ ایسی چیزوں کا تذکرہ ہی جن کے لیئے پہلے سے عربی میں کوئی لفظ مقرر نہیں ہی اسلیئے کہ وہ چیزیں اور اُن کے نام حال کی ایجاد ہیں۔ شلاً ٹیلیگراف یعنی تار برقی اسلیئے کہ تار برقی اور اُسکا نام قدیم سے نہیں تہا۔ پس اُنہوں نے اس لفظ کو عربی کی ضرورت سے معرّب کر کے ترمیم کیا اور چونکہ عربی زبان میں حرف ٹ اور گ نہیں آتے ہیں اسلیئے اُنہوں نے بجاے ٹیلیگراف کے تلغراف لکہا۔ اسیطرح دریای گنگ کو غنج لکہا ہی۔

اور کبہی ایسا ہوتا ہی کہ غیر زبان کے لفظ کے معنی کا خیال کر کے ایک اور لفظ اس ترکیب کا اپنی زبان میں ایجاد کرتے ہیں جس سے وہ معنی مفہوم ہو سکیں۔ شلاً ٹیلیگراف کی جگہ تار برقی اور اگبوٹ کی جگہ دُخانی جہاز۔

اگر انصاف سے دیکھا جاے تو ہندوستان کیواسطے اُردو زبان ہی نہایت موزوں ہی ہندوستان ایک ایسا ملک ہی جسمیں دنیا بھر کی قومیں آباد ہیں اور سینکڑوں زبانیں جگہ جگہ بولی جاتی ہیں۔ ویس دیس اور قوم کی زبان الگ الگ ہی پس ایسے ملک کیواسطے ایسی ہی زبان زیادہ موزوں ہی جو تمام زبانوں کا مجموعہ ہو اور جسمیں ہر زبان کے الفاظ اور لغت موجود ہوں اور ہندوستان کی مختلف زبانوں سے مرکب ہو کر پیدا ہوئی ہو۔

اُردو زبان میں یہ قابلیت ہی کہ مشکل سے مشکل علوم کا ترجمہ اُسمیں بخوبی ہو سکتا ہی۔ تعزیرات ہند کو دیکھیئے جسمیں قانون کے اصطلاحی الفاظ بکثرت ہیں اور جنکا ترجمہ کرنا دوسری زبان میں بہت مشکل معلوم ہوتا ہی مگر چونکہ اُردو زبان میں عربی الفاظ شامل ہو کر خود اُسی زبان کے ہوگئے اسلیئے عربی الفاظ کے زور سے اُن انگریزی الفاظ کا ترجمہ جو خاص قانونی اصطلاح میں مروّج ہیں آسانی کے ساتھ اُردو میں ہو گیا۔ ہندی زبان میں یہ طاقت اور ایسی وسعت کہاں ہی

کہ کسی علمی کتاب یا مصطلحہ الفاظ کے ترجمے کا بوجھ اُٹھا سکے۔ تعزیراتِ ہند کے اُن الفاظ کا ترجمہ جو مصطلحاتِ قانونی کے نام سے مشہور ہیں ہندی زبان میں ہونا غیر ممکن ہی۔ ہندی زبان سے زیادہ محتاج اور کوئی زبان نہیں ہی۔ اُسکا بولنے اور لکھنے والا خود اپنا مطلب پورے طور سے دوسرے کو نہیں سمجھا سکتا اور جو بات اُسکے دل میں ہوتی ہی اُسکو صفائی اور وضاحت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتا۔ جب کوئی تحریر ہندی زبان اور ہندی حروف کی سامنے آجاتی ہی تو دیکھنے اور پڑھنے والے کو کچھ دیر تک اُسکا مطالعہ کرنا پڑتا ہی اور مشکل سے اُسکے مطلب کو پہونچتا ہی یہ بات ہندی حروف اور ہندی زبان کے واسطے عموماً مشہور ہی کہ اُسکا لکھنے والا خود اپنا لکھا ہوا نہیں پڑھ سکتا۔ ہندی میں نہایت بے ترتیبی کے ساتھ بے ترکیب فقرے جنکے لیئے نہ مبتدا ہے نہ خبر ہے اور کثرت سے ناموزوں الفاظ ایک عجیب ناہمواری کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں نہ تو زبان ہی میں کچھ سلاست اور شستگی پائی جاتی ہی اور نہ لفظوں ہی میں اسقدر وسعت ہی کہ تمام مضامین اور ہر قسم کے مطالب اُس میں سما سکیں اور فصاحت و بلاغت کا تو نام بھی ہندی میں نہیں ہی۔ سنسکرت البتہ ایک مکمل اور جامع زبان ہی مگر اُسکے سمجھنے اور لکھنے سے جسطرح مسلمان جاہل ہیں اسیطرح ہندو بھی جاہل ہیں۔

ایڈیسن اور اسٹیل مشہور علماے انگلستان کے وہ مضامین جو بڑی فصاحت و بلاغت سے لکھے گئے تھے اُن کو سید نے اُردو میں ترجمہ کرکے اپنی زبان اور اپنی طرز میں لکھا تھا اُن مضامین کا نقشہ بعینہ اُردو طرز میں اُتار کر سید نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اُردو زبان میں وہ طاقت ہے جسمیں ہر قسم کے مضامین نہایت آسانی سے ادا ہو سکتے ہیں۔ سید کے وہ مضامین تہذیب الاخلاق میں چھپے تھے اور سید نے اپنے نام کے ساتھ اُن کی شناخت کیواسطے ای ڈی سید احمد اور ایس ٹی سید احمد لکھا ہی۔

کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہی کہ تعزیراتِ ہند یا ایڈیسن اور اسٹیل کے مضامین کا نقشہ ایسا ہی ہندی میں اُتر سکتا ہے کہ اصلی صورت سے عکسی تصویر ہو بہو مطابق ہو جائے۔ جو لوگ ہندی حروف لکھتے ہیں اور فارسی حروف لکھنا نہیں جانتے وہ بھی مجبور ہیں کہ اپنی تحریر میں اسی اُردو زبان کو استعمال کریں اور تمام جملے اور فقرے اور الفاظ اسی زبان کے اُن کی تحریرات

میں بھرے ہوتے ہیں چنانچہ ہم اس مقام پر بطور نمونے کے ایک تمسّک کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جو ہندی حروف میں لکھا ہوا ہی اسمیں اُن الفاظ پر توجہ فرمائیے جنپر ہمنے نشان لگا دیئے ہیں - یہ تمسک ناگری خط میں ہی اس میں سارے الفاظ اور جملوں کی ترکیب اُردو زبان کی سی ہی - چونکہ اسکا کاتب فارسی حروف لکھنا نہیں جانتا تھا اسلیئے اُسنے ہندی حروف میں لکھا ہی لیکن اُسکی زبان اُردو تھی اور اسی زبان کے سبب الفاظ رات دن کے استعمال سے اُسکو رواں تھے اسلیئے زبان کا تبدیل کرنا اُسکو اختیار سے باہر تھا -

"و تمسک لکھدینو ستماۃ نولکنور زوجہ شب لال قوم برہمن ساکن بیل پورہ تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ جو کہ مبلغ ۵۰ روپیہ سکہ موصوفہ ہوتے ہیں پاس لالہ اوتم چند ولد پنچم لال قوم کایستھہ ساہوکار موضع بڑبیرا تحصیل اترولی ضلع مذکور سے بطور قرض لیئے ہیں - اقرار یہ ہی کہ سود مبلغان مذکور فیصدی دو روپیہ ماہواری کے حساب سے بوعدہ عند الطلب ساہوکار موصوف کو ادا اور بیباق کروں اور جو روپیہ دوں وہ پشت تمسک پر لکھالیا کروں بدون لکھے پشت تمسک کے کچھ وصول نپاؤں اور واسطے اطمینان روپیہ ساہوکار موصوف کے باغ نمبری ۲۹۹ واقع ہی منجملہ اُسکے ۲۵ درخت انبہ و چار درخت شیشم و پانچ درخت گولر و دس درخت جامن چار نیم آڑہ و مستغرق کر دیئے کہ کسی کے ہاتھہ فروخت و رہن و آڑہ نہ کریں گے اگر کسی جگہ کریں تو روبرو دستاویز کے ناجائز ہو - تاریخ تحریر ۵ ستمبر ۱۸۹۶ء مطابق متی بہادوں بدی ۱۳ سمت ۱۹۵۳ فقط"

اس نقل میں کچھ غلطی نہیں ہی بلکہ کاتب کے لکھنے میں ذرا غلطی ہی - اس تمسک کی نالش ۱۷ - مارچ ۱۸۹۹ء کو عدالت منصفی حوالی علیگڈہ میں معرفت بابو کنہیا لال وکیل کے دائر ہوئی -

ہندی زبان ایسی محتاج اور کم مایہ ہی کہ اُس میں کوئی لُغت کی جامع کتاب موجود نہیں ہی اُردو میں باوجود اس کم عمری کے بہت سی ڈکشنریاں تیار ہو گئیں اور اب جو منشی امیر احمد مینائی لکھنوی نے نہایت جامع اور مفصل ڈکشنری اُردو کی لکھنا شروع کی ہی وہ ڈکشنری ختم ہونے کے بعد ایسی ہو گی کہ عربی انگریزی فارسی وغیرہ قدیم زبانوں کی ڈکشنریوں کا پورا مقابلہ کریگی اور اُسکے سامنے مدت تک کسی اور ڈکشنری کی حاجت نہ رہیگی - وجہ یہ ہے کہ اُردو ایک نئی اور ہونہار زبان ہی اور ہندی زبان بالکل مُردہ ہے -

ہندی زبان میں یہ بھی خرابی ہی کہ اُس میں لفاظ کی صحت بالکل نہیں ہی - بعض حروف ایسے ہیں جنکا صحیح تلفظ ہندی زبان میں نہیں ہو سکتا مثلاً غ خ ق غلام قادر خان ایک شخص کا نام ہی - ہندی زبان اور ہندی حروف میں گلام کادر کھاں لکھا اور بولا جائیگا - خیر یہ تو ایک نام ہی جو عوام میں مستعمل ہی لیکن اگر کوئی ایسا لفظ آجائے جس میں عین کی جگہ گاف لکھنے اور بولنے سے معنی بدلجائیں تو وہاں عبارت کا مطلب بالکل غلط ہو جائیگا مثلاً غُل اور گُل - غل کے معنی - شور کرنا - گُل کے معنی - پھول - یا مثلاً خال اور کھال - خال بمعنی تل اور کھال کے معنی چمڑہ - ہندی حروف اور ہندی تلفظ اِن الفاظ میں کچھ امتیاز نہیں کرسکتے اور دونوں کو یکساں لکھتے اور بولتے ہیں -

یہ سچ ہی کہ ہندی حروف میں زیادہ صحت کیواسطے علامتیں مقرر ہیں جنکو لگماترا کہتے ہیں اور قریب قریب وہ علامتیں ایسی ہیں جیسی اُردو میں زبر زیر پیش تشدید مد مگر جلدی لکھنے میں خواہ مخواہ وہ علامتیں چھوٹ جاتی ہیں جس طرح اُردو میں متروک ہیں - اسیطرح ہندی میں غین اور گاف اور خا اور کھا میں فرق پیدا کرنے کے لیئے علامت قائم کیگئی ہی مگر تلفظ کے وقت اُس علامت پر چنداں خیال نہیں کیا جاتا اور خا کو کھا پڑھا جاتا ہی -

اب اسکے مقابلے میں اُردو زبان کو لیجئے - اُردو زبان صرف لفظوں کی صحت ہی نہیں بتاتی بلکہ ہر لفظ کا اصل مادہ جہاں سے وہ لفظ نکلا ہی اُسکو بھی ظاہر کردیتی ہی مثلاً زن اور ظن زن بمعنی عورت اور ظن بمعنی گمان - اُردو زبان اور اُردو حروف نے بتادیا کہ اگر اس لفظ کو حرف ز سے لکھا جائے تو اُسکے معنی عورت اور اگر حرف ظ سے لکھا جائے تو اُسکے معنی گمان ہونگے - یا مثلاً صلوۃ اور زکوۃ اِن دونوں لفظوں میں الف کو واو کی شکل سے اسواسطے لکھتے ہیں تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اصلی حرف اِن میں مادے کے لحاظ سے واو ہے اور بموجب قاعدہ عربی کے واو الف سے تبدیل ہو گیا ہی - اور اگر یہ دونوں لفظ ہندی حروف میں لکھے جائیں تو اِن کے معنی اور اصل مادے کا پتہ حرفوں اور تلفظ سے ذرا بھی نہیں چلتا بلکہ اندھے کیطرح ٹٹولنا پڑتا ہے -

ہندی حروف میں بڑا عیب یہ بھی ہی کہ وہ اُردو کیطرح جلد نہیں لکھے جاتے اُن کے لکھنے میں بہت دیر لگتی ہی اُردو حروف بے تکلف جلد جلد ہاتھ اور قلم سے روانی کیساتھ نکلتے چلے جاتے ہیں

اگر کسی شخص کی گفتگو کو قلمبند کرنا چاہیں تو ایک فقرے کو ہندی حروف میں لکھنے سے اسقدر زیادہ دیر ہو جائیگی کہ بولنے والا چار فقرے سے زیادہ اور بول جائیگا اور اُردو کے لکھنے والا تیز قلم آدمی اگر کوشش کرے تو ضرور تمام گفتگو کو لکھہ لیگا - کل کی بات ہی کہ جب سید مرحوم نے کانگریس پر لکھنؤ میں اسپیچ دی تھی تو اُس کو ایک شخص نے اُردو میں برابر لکھا اور اس بات پر اُس نے بڑا فخر کیا کہ میرے قلم نے زبان کی برابری میں ذرا کوتاہی نہیں کی ہی -

ہندی تلفظ کو غور سے دیکھو تو اُس میں سخت عیب یہ ہی کہ بولنے والے کا چہرہ بدلتا ہی زبان اور ہونٹوں کو طرح طرح پر ہلانے سے چہرے کی اصلی شکل میں کلام کیوقت فرق آجاتا ہی مگر اُردو اس عیب سے بھی پاک ہی -

ہندی حروف میں یہ بھی عیب ہے کہ اُن کے لکھنے میں جگہ زیادہ گھر جاتی ہی اور کاغذ بھی زیادہ خرچ ہوتا ہی اسلیئے کہ ہندی حروف برابر برابر سیدھی لکیر لکھے جاتے ہیں اُردو کیطرح اوپر نیچے نہیں لکھے جاتے لہذا عبارت طولانی ہوتی ہی اور مطلب کم ادا ہوتا ہی - اُردو حروف کی عبارت تھوڑی جگہ میں لکھی جاتی ہی اور مطلب زیادہ آجاتا ہی -

بعض لوگوں کو شکایت ہی کہ اُردو حروف میں یہ نقصان ہی کہ جب وہ شکستہ خط میں گھسیٹ کر لکھے جاتے ہیں تو اچھی طرح پڑھنے میں نہیں آتے اور کہیں کہیں پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہی - مگر حقیقت میں یہ اُردو حروف کا قصور نہیں ہی بلکہ لکھنے والے کی قابلیت پر منحصر ہی - اگر کوئی لکھنے والا حرفوں کی پوری شکل نہ بنائے یا ایسا بد خط ہو کہ اُسکا لکھا ہوا پڑھنے میں نہ آئے یا ایسا کم استعداد ہو کہ لفظوں کا املا صحیح نہ لکھتا ہو یا قاعدے سے ایسا ناواقف ہو کہ حرفوں کے جوڑ غلط ملاتا ہو تو اس سے اُردو حروف کے ذمہ کوئی الزام نہیں ہی بلکہ لکھنے والے کا قصور ہی - اُردو پر کیا منحصر ہے انگریزی حروف اور انگریزی زبان کو لے لیجیئے اگر کوئی کم استعداد آدمی جلد جلد انگریزی لکھے اور اُسکا خط بھی خام اور ناقص ہو اور کم استعدادی کے سبب لفظوں کی اسپل بھی صحیح نہو تو اُسپر بھی وہی الزام عائد ہوگا -

آجکل کے ہندو و مسلمانوں میں جسقدر انگریزی داں ہیں اُن میں کثرت سے ایسے آدمی ہیں جنکا اُردو خط بھی ناقص ہی اور املا بھی غلط ہی اور لکھنے میں حرفوں کی اصلی شکل اور اُن کے جوڑ جو قاعدے

موافق ہونا چاہییں وہ بھی نہیں ہوتے - انھیں صاحبوں کی اُردو دیکھکر اُردو پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے
یا اُن صاحبوں کی اُردو پر اعتراض کیا جاتا ہی جنمیں اُردو لکھنے کا مادّہ اور استعداد بہت کم ہی -
اُردو میں یہ بھی خوبی ہی کہ جس لفظ کے پڑھنے میں کوئی شُبہہ ہوتا ہو تو اُسکو اعراب یعنی زیر - زبر - پیش - تشدید - جزم - مد لگاکر ایسا صحیح کر سکتے ہیں کہ پھر اُسمیں غلطی کی گنجایش باقی نہیں رہتی اور اس سے بھی غایت درجے کی احتیاط کا یہ قاعدہ ہی کہ اگر کچھ خفیف شبہہ بھی باقی رہجائے تو اُس لفظ کو مرکب لکھکر حاشیے پر یا بریکیٹ میں اُسکے مفرد حروف لکھدیتے ہیں مثلاً زید (ز ے د) اور جس مقام پر یای معروف اور یای مجہول یا واو معروف اور واو مجہول کا شبہہ پیدا ہوتا ہی تو اُس کے واسطے یہ طریقہ ہی کہ اُس لفظ کے نیچے باریک حرفوں سے اسقدر اضافہ کر دیتے ہیں کہ بواو مجہول یا بواو معروف - قطع نظر اِسکے یای معروف اور یای مجہول کی یہ بھی شناخت ہی کہ یای مجہول کو شین اس شکل سے لکھتے ہیں (ے) اور یای معروف کو دائرے کے ساتھ اسطرح لکھتے ہیں (ی) اور یہ بھی شناخت رکھی ہی کہ یای معروف کے نیچے نقطے لگاتے ہیں اور یای مجہول کو بے نقط لکھتے ہیں - اور واو معروف پر پیش لگا دیتے ہیں اور واو مجہول کو بغیر پیش کے لکھتے ہیں -
سچ تو یہ ہی کہ اگر عیب جوئی اور اعتراض کی نگاہ سے دیکھا جائے تو کوئی زبان اور کسی قسم کے حروف اعتراض سے خالی نہیں رہ سکتے مگر سیاقِ عبارت اور کلام کا موقع اور پڑھنے والے کی سمجھ پر تمام باتیں منحصر ہیں - اور نیز لکھنے والے کے سلیقے اور قابلیت پر موقوف ہیں -
ہندی حروف جو مع لگماترا کے لکھے جاتے ہیں اُنکا مقابلہ گھسیٹ خط کے حرفوں سے کرنا بالکل غلط فہمی ہی اُسکا مقابلہ خطِ نستعلیق سے کرنا چاہیئے - اِس لیئے کہ دیوناگری خط مع لگماترا کے جو لکھا جاتا ہی وہ حقیقت میں کتابی خط ہی جسطرح کہ خطِ نستعلیق کتابی خط ہی اور عموماً اُردو فارسی کی کتابیں خطِ نستعلیق میں اور ہندی کی کتابیں دیوناگری میں لکھی جاتی ہیں اور انھیں خطوں میں چھاپی جاتی ہیں - خطِ نستعلیق میں بہت احتیاط کے ساتھ لفظوں کی صحت ظاہر کرنیکو واسطے پوری شکل و صورت تمام حرفوں کی بنائی جاتی ہی اور جب اُسی خط کو جلد جلد گھسیٹ کر لکھتے ہیں تو حرفوں کی پوری شکل جلدی کے خیال سے قائم نہیں رہتی یہانتک کہ پورا دائرہ کسی حرف کا عام طور پر

نہیں لکھا جاتا۔

شکستہ خط ایک بالکل جدا چیز ہے اسمیں بھی خطِ نستعلیق کیطرح حرفوں کے لکھنے اور اُن کے جوڑ ملانے کیواسطے قواعد مقرر ہیں لیکن فقروں میں جو خط آجکل مروج ہے وہ شکستہ خط نہیں ہے بلکہ خطِ نستعلیق اور خطِ شکستہ اور خطِ شفیعہ تین خطوں سے ملاکر ایک نیا خط جلدی لکھنے کی غرض سے نکالا گیا ہے۔ اور جس خط میں جو حرف ایسے پائے گئے ہیں جنکو جلد لکھا جائے وہی حرف اُس میں لیلیے گئے ہیں چنانچہ ہم اس مقام پر اُن تینوں خطوں کا ایک ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

نمونۂ خطِ نستعلیق] منت مر خدای را عزّ وجلّ کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت۔

نمونۂ خطِ شفیعہ] ومیکہ مدرسِ کشّاف صبح چون قاضی بیضا تفسیر الشمس و الضحیٰ بخط زرنگار نگاشت۔

نمونۂ خطِ شکستہ] منت مر خدای را عزّ وجلّ کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت

خطِ نستعلیق میں حرفوں کے جوڑ ملانیکا ایک قاعدہ دکھایا جاتا ہے جسمیں نقطہ دو حرف ہیں اُس سے آپ قیاس کر لینگے کہ معیّنہ قاعدے سے خلاف ورزی کرنا کاتب کی غلطی اور بے ہنری کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً ایک لفظ (ششش) ہے اس لفظ کو نستعلیق والے اس شکل سے لکھتے ہیں (ششش) اور کبھی اس شکل سے لکھتے ہیں (ششش) اگر اس کو اس شکل سے لکھیں تو قاعدے کے خلاف ہوگا (ششش)۔

خطِ شفیعہ میں تمام دائروں کو اکثر کھینچ کر لمبا لکھا جاتا ہے اور حرفوں کو بھی اکثر سیدھا اور لمبا کر کے لکھتے ہیں اور کہیں کہیں حرفوں کو خطِ شکستہ کی طرح ملاتے ہیں۔ چنانچہ دائروں کی یہ شکلیں ہیں۔ (ش ر ن س م ج ل) ان چاروں دائروں میں لام کی صورت کاف کیطرح ہے مگر اسکی یہ شکل اسطرح سے بغیر کوئی دوسرا حرف ملائے نہیں لکھی جاتی ہے یعنی اگر اکیلا لام ہوگا تو اسکو اس شکل سے نہ لکھینگے جب تک کہ اُس کے پہلے کوئی اور حرف نہو مثلاً۔

ایسی سرایت نہیں کی تھی جیسی کہ اودھ اور اضلاع شمال و مغرب میں کر گئی ہے۔ پس ممالک مغربی وشمالی اور اودھ میں ہندی کا جاری ہونا یہاں کے باشندوں کے لیئے پوری قیامت ہے۔

اُردو زبان لکھنے کیواسطے اُردو حروف ہی موزوں ہیں اور ممالک مغربی وشمالی و اودھ کے تمام لوگ اس زبان کو انھیں حروف میں لکھنے کے عادی ہیں ان شہروں میں فیصدی ایک مسلمان بھی ایسا نہو گا جو ہندی حروف لکھنا جانتا ہو۔ مسلمانوں کی تمام قوم اس ملک میں ہندی حروف سے محض نا آشنا ہے اور اسیکے ساتھہ بہت سے ہندو بھی ایسے ہیں جنکو ہندی حروف کا لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا۔ اور جو ہندو آدمی ہندی حروف لکھنا جانتے ہیں اُنکو بھی بوجہ عدم استعمال کے ایسی مشق نہیں ہے کہ وہ ہندی حروف کو اُردو کیطرح جلد جلد لکھتے چلے جائیں البتہ خاص خاص ہندو جنکی تعداد بہت کم ہے ایسے ہیں جو ہندی حروف ہی لکھتے ہیں مثلاً ساہوکار یا مارواڑی اور گجراتی وغیرہ جو ہمارے ملک میں آ گئے ہیں اور اُن کو اپنے پیشے کے سبب سے بہی کھاتہ وغیرہ لکھنے کا کام رہتا ہے۔

ممالک مغربی وشمالی و اودھ میں اگر ہندی زبان جاری کی جائے تو اُسکی تمثیل بعینہ ایسی ہے کہ کوئی مدوّر لکڑی کسی مربع سوراخ میں زبردستی ٹھونسی جائے۔ یا چار پہلو نگینہ ہشت پہلو انگوٹھی پر زبردستی جمایا جائے۔ ہندی حروف کیواسطے ہندی زبان ہی موزوں ہے۔ اُردو زبان کو ہندی حرفوں کا لباس پہنانا کسقدر نازیبا معلوم ہوتا ہے۔ ڈیش بریکٹ وغیرہ جو انگریزی سے اُردو میں منتقل ہو کر آئے ہیں اُنہوں نے اُردو خط میں اور بھی زیادہ خوبی اور آسانی پیدا کر دی ہے اور اب سارا ملک اُن علامتوں کا عادی ہو گیا ہے۔ ہندی حروف میں یہ علامتیں آجتک جاری نہیں ہوئیں۔ ہندی سے ترقی کا مادہ معدوم ہو گیا ہے اور روز بروز تنزّل پر ہے۔ اُردو حروف میں ترقی کا مادّہ ایسا ہی موجود ہے جیسا کہ اُردو زبان میں ہے اسیوجہ سے اُردو حرفوں میں جب کسی چیز کی ضرورت معلوم ہوتی ہے تو وہ چیز دوسری جگہ سے لیکر فوراً اُن میں داخل کر دی جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندی جاری نہونے سے ملک کا نقصان ہے اور اُسکی ثبوت میں بہت سے دلائل پیش کیئے جاتے ہیں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جن لوگوں کا نقصان بتایا جاتا ہے خود اُن کو اپنا وہ نقصان ذرا بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آج تک ہمکو بتانے پر بھی معلوم نہیں ہوا کہ ہندی جاری

نہونے سے ہمارا کونسا نقصان ہوگیا اور آیندہ اب اُسکے جاری ہونے سے کیونکر اُسکی تلافی ہوجائیگی - یہ وہ بات ہی کہ ڈاکٹر صاحب ہمکو درد شکم کی دوا دیکر حکم فرماتے ہیں کہ تمکو ضرور پینا ہوگا کیونکہ تمہارے شکم میں فلاں فلاں علامات سے درد کا ہونا ہمکو معلوم ہوتا ہی - مگر ہمکو اپنے شکم میں نہ درد محسوس ہوتا ہی نہ کچھ تکلیف معلوم ہوتی ہی - یہی حال اُن لوگوں کا ہی جو ہمکو اُلٹی سیدھی دلیلوں سے بتاتے ہیں کہ ہندی نہ جاری ہونے سے نقصان ہی مگر ہمکو اپنا مشاہدہ اور تجربہ اُن کی دلیلوں کے بالکل خلاف ظاہر کرتا ہی - ہندوؤں کی طرف سے پہلے بھی یہ درخواست ہوئی تھی کہ ممالک مغربی و شمالی و پنجاب میں ہندی جاری کردی جائے اور اِسپر بہت زور دیا گیا تھا مگر دونوں گورنمنٹوں نے تمام باتوں پر نظر کر کے وہ درخواست نامنظور کردی - گورنمنٹ نے جن باتوں کا خیال کیا ہوگا وہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آسکتیں مگر ہندوؤں کی وہ درخواست نامنظور ہونیسے ہمکو کامل یقین ہوتا ہی کہ گورنمنٹ کی وہ راے جو پہلے قائم ہوچکی ہی تبدیل نہیں ہوسکتی - ہندی کے جاری ہونیسے مسلمانوں کی قوم پر ایک ایسا بھاری بوجھ پڑجائیگا جسکا متحمل ہونا اُن کی طاقت سے باہر ہی - سارا ملک ہندی سے ناآشنا ہی اور سرکاری عدالتوں اور دفتروں میں اوّل تو مسلمانوں کی تعداد ویسے ہی کم ہی ہندی جاری ہونیکے بعد جو دو چار صورتیں اسوقت نظر آتی ہیں وہ بھی نظر نہ آئینگی -

اُردو حروف اور اُردو زبان ایک ترقی یافتہ قوم کی علامت معلوم ہوتے ہیں اور ہندی حروف اور ہندی زبان اُسی تاریک زمانیکو یاد دلاتے ہیں جو سینکڑوں کوس ہم سے دور ہوتا چلا جاتا ہی - دنیا میں اب تک یہی دستور چلا آتا ہی کہ پُرانی تمام چیزیں جو کارآمد نہیں رہتی ہیں اُنکا استعمال چھوڑ دیا جاتا ہی اور نئی چیزیں جنمیں ہنرمندی اور شایستگی کے آثار پائے جاتے ہیں اختیار کیجاتی ہیں مگر یہ درخواست اسکے برعکس ہی - ہندی لکھنے والوں اور اُردو لکھنے والوں کی استعداد اور قابلیت کی جانچ کرنیسے معلوم ہوسکتا ہی کہ دونوں میں سے کسمیں لیاقت اور استعداد زیادہ ہی - غالبًا بلکہ یقینًا ہر شخص کو ماننا پڑیگا کہ اُردو والا بہ نسبت ہندی والیکے زیادہ ہوشیار اور ذی استعداد ہوتا ہی اور وجہ اسکی بہت صاف ہی - اُردو میں ہر قسم کی کتابیں اور تمام علوم کے ترجمے بکثرت موجود ہیں اُن کے مطالعے سے اُردو والا اپنی معلومات اور لیاقت میں بہت کچھ ترقی کرجاتا ہی اور ہندی والیکو ایسا موقع نہیں ملتا اس سبب سے کہ ہندی میں اسقدر ذخیرہ علوم کا موجود نہیں ہی - پس ہندیکے جاری کرنیسے اگر ملک کی استعداد اور قابلیت گھٹانا منظور ہی تو ضرور ہندی جاری کرنا چاہیے -

ہندی اب کرنیکیواسطے گورنمنٹ سے مدد لینے کی کیا ضرورت ہے باشندگان ملک خود کوشش کرکے اُردو کو ملک سے کیوں نہیں معدوم کردیتے اگر ہندی ایسی ضروری اور مفید ہے تو سارا ملک ہندی کو بجای اُردو کے سارے ملک میں کیوں نہیں پھیلا دیتا اگر ایسا ہو جائے تو گورنمنٹ از خود بلا کسی درخواست کے دفتروں میں ہندی جاری کردیگی - مگر بات تو یہ ہے کہ ہمارا ملک اُردو کا اسقدر محتاج ہے کہ بغیر اُسکے کوئی کام چل ہی نہیں سکتا - اُردو اس ملک کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتی ہے اور ہر موقع پر اسی سے کام لیا جاتا ہے - اگر کوئی صاحب ہمکو یقین دلائیں کہ ہندی دفتر ہونیسے سارے ملک میں ہندی زبان ایسی ہی مفید ہوگی جیسی کہ اُردو ہے تو ہم بھی اُنکے ساتھ متفق ہو کر ہندی کی تائید کرنیکو تیار ہیں مگر مشکل تو یہ آن پڑی ہے کہ ہندی تمام ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتی - اُردو حروف تمام ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یکساں مروّج ہیں - اُنمیں باہم ذرا بھی اختلاف نہیں ہے - اور ہندی کے حروف و خط جو اُلٹی طرف سے سیدھی طرف کو لکھے جاتے ہیں وہ خود آپس میں بھی ایسے مختلف ہیں کہ ایک خط کا لکھنے والا دوسری قسم کے خط کو نہیں پڑھ سکتا - اور قوم قوم اور دیس دیس میں مختلف قسم کے حروف مروّج ہیں پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ تمام ملک کیواسطے ایک ہی قسم کے حروف مناسب ہیں - پنڈت اجودھیا ناتھ وکیل ہائیکورٹ نے ایکمرتبہ یہ خواہش کی تھی کہ ہندی کے تمام حروف جو قوم قوم اور دیس دیس میں مختلف اشکال و صورت سے لکھے جاتے ہیں سارے ملک میں ایک شکل کے ہو جائیں اور تمام فرقے اور ساری قومیں ہندوؤنکی متفق ہو کر ایک ہی قسم کے حروف لکھنا اختیار کریں - مگر اُن کی وہ بات کسی نے بھی نہیں سُنی اور اُنکی کوشش نے کچھ کام نہیں دیا - پس اس ملک کیواسطے ایک ہی قسم کے حروف مخصوص کردینا صرف مسلمانوں ہی کیلیئے تکلیف کا باعث نہیں ہے بلکہ بہت سی ہندو قوموں کو بھی اُس سے تھوڑی بہت تکلیف پہونچیگی - ہندوستانی طبیعتوں کا قدرتی اقتضا یہ ہے کہ اُنمیں کسی بات میں اتحاد پیدا نہو - صورت - سیرت - مذہب - طرز زندگی - طریقۂ تعلیم - لباس - خیالات - زبان - رسوم - ہر ہر فرقے اور ہر ہر حصۂ آبادی کی جُداگانہ ہیں اور اُنمیں کسی صورت سے بھی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا - ہندوؤنکی قوم اصولاً ابتدا سے ہی ایسے قواعد کی پابند ہوئی ہے کہ اُنمیں کسی معاملے میں اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا اور مقررہ اصول کے موافق اُنمیں شروع سے ہی تفرقہ پڑگیا ہے - ایک فرقے کا نام برہمن ہے اُنکو لکھنے پڑھنے تعلیم و تلقین مذہبی ہدایات وعظ و نصیحت کا کام سپرد ہوا ہے - دوسرا فرقہ چھتری ہے جسکو لڑائی بھڑائی حکومت ملک گیری انتظام سیاست سپرد کیا گیا - تیسرا فرقہ ویش ہے - تجارت خرید و فروخت داد و ستد معاملات وغیرہ کا کام

انکو دیا گیا - چوتھا فرقہ شودر ہی جنسے دنیا بھر کی خدمتیں لیجاتی ہیں اور تمام خدمات کا انجام دینا انکے سپرد ہے
یہ تفرقہ جو ہندوؤں میں ابتدا ہی ہوا ہی اُسکی سبب سے وہ خود بھی کسی امر میں متحد نہیں ہوسکتے - ہندی حروف جاری
ہونیسے اُردو علم انشا کا بالکل ستیاناس ہوجائیگا یہ ممکن نہیں کہ جب ہندی حروف جاری ہوں تو ہندی کی
الفاظ کثرت سے اُسمیں داخل نہو جائیں - ہندی حروف لکھنے والیکے دل میں ہندی حرفونکو خواہ مخواہ دیکھکر یہی
خیال پیدا ہوگا کہ ہندی کے الفاظ اور ہندی کا طرزِ تحریر اختیار کرے - اُردو کی انشا پردازی اور اُسمیں خوبی اور فصاحت
پیدا کرنیکا خیال اُسکے دماغ میں کبھی نہیں آسکتا - کچھ عرصے سے اُردو علم انشا نے انگریزی لٹریچر سے میل کھاکر
ایک دوسری عمدگی اور خوبصورتی پیدا کرلی ہی اور بہ نسبت پہلے کے اُسمیں ایک عجیب قسم کی چاشنی اور شیرینی نہایت
خوشگوار آگئی ہی - ہندی جاری ہونیسے وہ ساری خوبی اُردو کی غارت ہوجائیگی - یہ بات مطلق سمجھ میں نہیں
آتی کہ ہندی حروف جاری کرنے اور خواہ مخواہ مسلمانونکو ہندوؤنکا لباس پہنانے سے کونسا نفع سوچا گیا ہی -
یہ حجت پیش کیجاتی ہی کہ ہندی رائج ہونیسے عام تعلیم میں جو کمی ہی اُسمیں بہت افزونی ہوجائیگی اور
طالبعلمونکی تعداد بہت زیادہ بڑھ جائیگی - یہ نتیجہ ہمکو کسیقدر بعید اور موہوم معلوم ہوتا ہی اور ہمکو ہرگز اس سے
اتفاق نہیں ہی بلکہ ہم نہایت صحیح اور بہت ہی قرینِ قیاس نتیجہ ہندی جاری کرنیکا ایسا بتاتے ہیں جسکو ہر شخص
فی الفور تسلیم کرلیگا اور وہ نتیجہ یہ ہی کہ ہندی جاری ہونیسے مسلمانونکی تعداد سررشتہٴ تعلیم اور ملازمت کی ہر ایک
صیغے میں بانتہا گھٹ جائیگی - اب ان دونوں نتیجونکو دیکھ لو کہ کونسا نتیجہ قرینِ عقل اور صحیح معلوم ہوتا ہی اور
کونسا نتیجہ غلط - اوّل تو مسلمانونکی تعداد صیغہٴ تعلیم میں ویسے ہی بہت کم ہی جس کالج اور اسکول کو دیکھو ہندو
طالبعلمونکی بہ نسبت مسلمان طالبعلمونکی تعداد دسواں حصہ بھی نہ ہوگی - گورنمنٹ نے بھی مدت تک یہ شکایت کی تھی
کہ مسلمانوں نے انگریزی کالجوں اور اسکولوں سے بہت کم فائدہ اُٹھایا ہی اور مدت تک یہ امر گورنمنٹ میں زیر بحث رہ چکا ہی
اب بھی اسکی جانچ کرکے دیکھ لو کہ انگریزی تعلیم گاہوں میں مسلمان طالبعلم کسقدر پڑھتے ہیں اور ہندو طالبعلمونکی تعداد
کتنی ہی - امسال جو نتیجہ امتحانات کا مشتہر ہوا ہی اُسی سے ہندو مسلمانونکی تعلیم اور کامیابی کا اندازہ کرلو -
۱۸۹۹ء میں ممالکِ مغربی و شمالی سے جو طالب علم امتحانوں میں کامیاب ہوئے ہیں اُن کی تفصیل حسبِ
ذیل ہی -

نام درجہ	ہندو	مسلمان	نام درجہ	ہندو	مسلمان	نام درجہ	ہندو	مسلمان	نام درجہ	ہندو	مسلمان
ایم اے	۱۳	۳	بی اے	۱۲۶	۱۷	ایف اے	۲۵۴	۳۵	انٹرنس	۵۰۱	۱۲۶

محمڈن کالج علیگڈہ کے طلبا کو مینے اسمیں شامل نہیں کیا ہی اسواسطے کہ محمڈن کالج ایسی جگہ ہی جسکو خود مسلمانوں نے بنایا ہی وہ کوئی گورنمنٹی کالج نہیں ہی اور اُسکی نسبت سب پر یہ بات مشہور ہی کہ وہ خاص مسلمانونکی تعلیمگاہ ہی اور فی الواقع مسلمان طالبعلم ہی اُسمین کثرت ہیں اور قوم کے آدمی اُسمیں کم ہیں اُسکے مقابلے میں ہندؤونکا کوئی کالج ایسا نہیں ہی حقیقت میں ٹھیک اندازہ کرنیکیلیئے اُن تعلیمگاہونکو لینا چاہیے جنمیں داخل ہوئے اور اُن سے فائدہ اُٹھانیکا استحقاق دونوں فرقونکو مساوی ہو اور اُنمیں وہ کالج اور اسکول داخل ہیں جنکو گورنمنٹ نے ہندو مسلمان دونوں کیواسطے بلا کسی قید کے قائم کیا ہی- اب آپ خیال کریجئے کہ کامیاب طالبعلمونکی تعداد بہ نسبت ہندؤونکے مسلمانوں کی تعداد سے کیا مناسبت رکھتی ہی- ہندی کی جاری ہونیسے اسقدر تعداد بھی مسلمانونکی صیغۂ تعلیم میں قائم نہ رہیگی اور ہندؤونکی تعداد اور زیادہ ہوجائیگی- پس یہ ایک نہایت عمدہ اور آسان تدبیر ہی جو صیغۂ تعلیم سے مسلمانونکی تعداد گھٹانیکے لیئے سوچی گئی ہی-

خود گورنمنٹ نے ایک مدت سے اُردو زبان کی بہت قدردانی اور سرپرستی کی ہی مختلف علوم کی ترجمے اُردو زبان میں کرائی صدہا کتابیں اُردو میں تصنیف و تالیف ہوگئیں ملک میں اسکے ذریعے سے تعلیم کو پھیلانا چاہا- سر ولیم میور نے جب اپنے عہد میں اُردو تصنیفات پر انعام مقرر کیا تو لوگونکو اسقدر شوق پیدا ہوا کہ صدہا رسالے اور کتابیں لوگوں نے لکھیں- مولوی نذیر احمد دہلوی نے ایک مختصر کتاب انتظام خانہ داری میں بطور ناول کی نہایت نادر لکھی جسکا نام مراۃ العروس ہی اُسپر جناب سر ولیم میور بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی نے ایکہزار روپیہ انعام مرحمت فرمایا منشی محمد ذکاء اللہ صاحب نے جو سلسل چند رسالے ریاضی میں بطور ترجمہ تالیف کیے اُسپر بھی اُنکو خاطر خواہ انعام ملا خود میں نے ایک نہایت مختصر رسالہ علم انتظام مدن میں لکھا تھا اُسپر بھی دو سو روپیہ انعام کے مرحمت ہوئے- اب ہرگز امید نہیں ہوسکتی کہ گورنمنٹ جسنے اپنے سایۂ عاطفت میں اُردو زبانکی پرورش کرکے اُسکو اس درجے پر پہونچا دیا کہ آج وہ بہار و زبان اودہ کیطرح ایک مکمل زبان ہوگئی ہی دفعتہ اُسکو بی توقیر کرسکتا ہی ایسا ہیچ الدہی کہ وہ کسی کام کی نرہی بعض بیچ ان اقوال کا حوالہ دیکر کہا جاتا ہی کہ کسیوقت میں بعض لوگونکی یہ رائے قرار پائی تھی کہ یہانکی زبان ہندی ہی اور ہندی جاری ہونا چاہیے مگر جہانتک غور کیا جاتا ہی اُن لوگونکی رائے زیادہ تر قیاسات پر مبنی تھی جو حالات اور واقعات اسقدر زمانہ گذرنیکے بعد تجربے اور مشاہدہ میں آگئے ہیں وہ حالات اور واقعات اُن لوگونکے سامنے نہ تہے اب یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ ہندی جاری ہونیسے ملک میں ابتری و خرابی پیدا ہوگی اور خصوصاً مسلمانوں پر زیادہ مصیبت آئیگی- اور دونوں فرقوں میں سے ایک فرقہ بہت ستایا جائیگا دوسرا فرقہ بہت غالب ہوجائیگا ——

محمد منصور شاہ خاں ساکن رامپور روہیلکھنڈ
حال مقیم علیگڈہ - ۲۴ - مارچ ۱۸۹۹ء